"قوموں کی اصلاح
نوجوانوں کی اصلاح
کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعود)
ماہنامہ
مارچ ۱۹۸۷ء
ایڈیٹر
عبدالسمیع خان
ربوہ

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

ماھنامہ ربوہ

خالد

جلد ۳۴ — امان ہش ۱۳۶۶ — شمارہ ۵
مارچ سنہ ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

نائبین :- فضیل عیاض احمد، عبدالقدیر قمر
معاونین :- شمشاد احمد قمر، فضل الرحمان

قیمت سالانہ : ۲۵ روپے
" ماہانہ : ۲ روپے ۵۰ پیسے
ممالکِ بیرون : ۱۵۰ روپے سالانہ

اس شمارہ میں :

اس کے علاوہ
اور بہت کچھ۔

پبلشر: مبارک احمد خالد ⁂ پرنٹر: قاضی منیر احمد ⁂ مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ⁂ رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۸۳۰

اداریہ

وہ چالیس درویشوں کا ایک قافلہ تھا جو خدا کے مامور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مختلف شہروں، قصبوں اور گاؤں سے لدھیانہ میں آکر اکٹھا ہوا تھا۔ یہ وہ خوش نصیب لوگ تھے جنہوں نے محبوب احدیت کا سلام اس کے غلام تک پہنچانے کی سعادت پائی۔ انہوں نے امام الزمان کے ہاتھ پر عہد بیعت باندھا۔ تمام پچھلے گناہوں سے توبہ کی۔ اپنی سفلی زندگی پر ایک موت وارد کی اور ذات باری تعالیٰ سے نئی زندگی کا جام پی کر اس فانی دنیا میں امر ہو گئے۔

دنیا کے سمندر میں ان چالیس غریبوں اور مسکینوں کی حیثیت ایک قطرہ کے برابر بھی نہ تھی۔ دولت و حشمت اور جاہ و جلال کا اُن کے ساتھ کوئی واسطہ نہ تھا۔ کوئی دنیاوی طاقت اور صاحب عزم حکومت اُن کی پشت پر نہ تھی جس کے ہاتھ پر وہ بیعت کر رہے تھے وہ ساری دنیا کی نفرتوں کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ ہر مذہب کے نمائندے اس کی مخالفت میں آواز اٹھا رہے تھے اور اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو ملیا میٹ کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ پس اگر ظاہری دنیاوی نظر سے دیکھا جائے تو وہ چھوٹی سی جماعت عقل و خرد کے کسی بھی پیمانے پر پوری نہ اُترتی تھی اور بعید نہ تھا کہ لمحوں کے اندر ان کے نام و نشان مٹ جاتے۔ پھر وہ کونسی طاقت تھی جس نے اُن کے لیئے ہلاکتوں میں سے زندگی کا رس نچوڑا اور اُن پر ہونے والے ہر وار کو ناکام و نامراد کر کے اُنہی کو سربلند کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے زندگی کے سرچشمے سے اپنا ناطہ قائم کر لیا تھا، اُس ذات کے ہو گئے تھے جو تمام فیوض کا منبع اور تمام محامد کا مرجع ہے۔ انہوں نے وہ خزانہ پا لیا تھا جس کی ایک جھلک پر دنیا کے تمام خزانے قربان کیے جا سکتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے عہد میں سچے تھے اور انہوں نے پوری قوت کے ساتھ زندگی کے آخری سانس تک اپنے مولا سے وفا کی۔ انہوں نے اپنا سب کچھ اپنے امام کے قدموں میں ڈھیر کر دیا اور خدا نے دونوں جہان انہیں عطا کر دیئے۔

۲۳ مارچ کا دن ہمیں انہی وفاداروں کی یاد دلاتا ہے۔ اور یہ سبق دیتا ہے کہ خدا کی راہ میں اپنے آپ کو مار دینے والے کبھی نہیں مرتے۔ وہ خدا سب وفاداروں سے بڑھ کر وفا کرتا ہے۔ اس کی طرف محبت کے جذبات لے کر جانے والے دنیا کی نظر میں بے حقیقت اور بے حیثیت ہوتے ہیں مگر جب خدا کی نظر میں قیمت پڑتی ہے تو وہی لوگ دنیا کی سب سے قیمتی متاع قرار پاتے ہیں۔ اور جھوٹی قیمتیں مٹائی جاتی ہیں۔ یہی خدا کی تقدیر ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی۔

بڑے بڑے بادشاہ اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ لاکھوں اور کروڑوں روپے خدا کے نام پر قربان کرنیوالے

آئیں گے مگر ان غریب اور مسکین درویشوں کا رتبہ نہ پا سکیں گے۔ گردشِ دوران ان کی عظمت کو دھندلا نہ سکے گی۔ اور قیامت تک آنے والی نسلیں عزت اور احترام کے ساتھ ان کا ذکر کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھیں گی۔

پس سلام ہو ان مبارک وجودوں پر جو ہمارے پیشرو ہیں، ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں، زندگی کی علامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کا حقیقی وارث بنائے۔ اور ان کے ساتھ ہمیں اپنے محبوب کے قدموں میں جگہ دے۔ (آمین) ؛

سیکھ لو ہم سے رسمِ دار و رسن !!

(جناب حافظ فضل الرحمان بشیر)

سر جھکے ہیں جو بندگی کے لئے — پا گئے بار سروری کے لئے
کس کو حاصل ہے رفعتِ لولاک — یہ مقدر تھا آدمی کے لئے
تیرگی چھٹ گئی ضمیروں کی — دل جلایا جو روشنی کے لئے
چن لیا ہم کو رحمتِ حق نے — آج شانِ قلندری کے لئے
سیکھ لو ہم سے رسمِ دار و رسن — ہم کہ مرتے ہیں زندگی کے لئے

رُخ سے پردہ ہٹے گا کب حافظ
ہم تڑپتے ہیں آگہی کے لئے

جواھر پارے

خدا اُس شخص کو چُن لیتا ہے جو اُس کو چُنتا ہے

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

”اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت میں شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے۔ اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو۔ اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کر دو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھ سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دُکھ دیئے جاؤ۔ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ نیک عمل دکھاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سُست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا۔ اور حسرت سے مرے گا۔ اور جماعت کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اُسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اُس شخص کو چن لیتا ہے جو اُس کو چُنتا ہے۔ اور اُس کے پاس آجاتا ہے جو اُس کے پاس جاتا ہے۔ جو اُس کو عزت دیتا ہے وہ بھی اس کو عزت دیتا ہے۔“

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۵)

حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے خطبات کا خلاصہ

صد سالہ جوبلی کی تیاری کے تقاضے اور ذمہ داریاں

خطبہ جمعہ ۲۳؍ جنوری ۱۹۸۷ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ الصف کی آیت ۱۰ کی تلاوت فرمائی۔ اور اس کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ اس آیت میں جس غلبہ کی پیشگوئی کی گئی ہے وہ صرف دینِ حق کا غلبہ نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا غلبہ ہے۔ جو دینِ حق کے مظہرِ کامل تھے۔ کیونکہ دین کے ساتھ رسولؐ کا بہت گہرا تعلق ہے اور اس کے بغیر حقیقی دین دنیا میں نافذ ہو ہی نہیں سکتا۔

حضور نے فرمایا: جماعت احمدیہ کا یہ دعوٰی ہے کہ اس عظیم الشان غلبہ کے لیے ہمیں یعنی غلامانِ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو چُنا گیا ہے کہ ہم اس غلبہ کو ساری دنیا میں جاری کر کے دکھائیں گے۔ اور اپنے وجود کا ہر حصّہ اس غلبہ کی راہ میں لٹا دیں گے۔

اسی ضمن میں حضور نے بتایا کہ غلبۂ دین کی تیاری کی جو پہلی صدی ہے اس کے مکمل ہونے میں دو سال رہ گئے ہیں۔ اور ہمارے لیۓ تیاری کے ابھی بہت زیادہ کام پڑے ہوئے ہیں۔ جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کے تصرف اور تقدیر کے بغیر نہیں ہو سکتے اس لیۓ اس غلبہ کے دنوں کو قریب سے قریب تر لانے کے لیۓ اپنے اندر انکسار پیدا کریں۔ کیونکہ جب آپ اپنے وجود کو مٹا دیں گے تو خدا اس خلاء کو اپنے وجود سے بھر دے گا۔ اور آپ کی ہر کوشش میں خدا شامل ہو جائے گا۔

غلبۂ حق کی صدی کی تیاری کے لیۓ جماعت احمدیہ کو پیغام دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ میرا پہلا پیغام یہ ہے کہ آپ اپنے اندر انکسار پیدا کریں اور اپنی دعاؤں کا معیار اونچا کرتے چلے جائیں۔ ہر پہلو سے کامل عرفان کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے یہ بات عرض کرتے رہیں کہ ہم حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ دینا ہے تو اے خدا تو نے دینا ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی دُعا کو لازم بنا لیں اور اس کے ساتھ ساتھ استغفار بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

صد سالہ جوبلی کے وعدوں کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دلاتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ یہ وعدے صد سالہ جوبلی

(۱۹۸۹ء) سے پہلے پہلے کلیۃً ادا ہو جانے چاہئیں اور اس کے لیئے اس سال کے آخر کو مطمح نظر بنایا جائے۔

حضور نے صد سالہ جوبلی کے وعدوں کی ادائیگی کا موازنہ کرتے ہوئے مختلف جماعتوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ جماعت احمدیہ برطانیہ بیرونی جماعتوں کے مقابلہ میں تناسب کے لحاظ سے آگے ہے جو ایک تاریخی سعادت ہے اور اس میں سب سے زیادہ حصہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ادا بھی ہو چکا ہے۔ حضرت چوہدری صاحب کے وعدہ کی ادائیگی کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اُن کو اس وعدہ کی ادائیگی کی کس قدر فکر تھی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس کی ادائیگی کے سامان پیدا فرما دیئے۔ حضور نے فرمایا کہ ان باتوں میں خدا کی طرف سے بڑے نشانات ہیں اور جماعت کی حوصلہ افزائی کا پہلو بھی ہے کہ خدا کس طرح اپنی جماعت کے ایک ایک بندے کے دل پر نظر رکھتا ہے اور خوشخبری بھی ہے کہ اگر آپ اپنے خلوص کے معیار کو بڑھائیں گے تو خدا تعالیٰ ادائیگی کے سامان بھی پیدا فرما دے گا۔ اس لیئے اگر پہلے یہ معیار نہیں تھا تو اب یہ معیار لے کر دوبارہ نئے ارادوں کے ساتھ اپنے خدا کے حضور اپنے وعدوں کی تجدید کریں اس دعا کے ساتھ کہ اے خدا! ہم سے جو سابقہ غفلت ہوئی ہے ہمیں اس کی معافی عطا فرما اور آئندہ ہمیں توفیق بخش کہ تیری رضا کے مطابق اس وعدے کو اس سال کے اندر اندر پورا کر دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو وعدے پورے کرنے کی توفیق بخشے گا۔

اسی طرح حضور نے بتایا کہ ساری دنیا کی جماعتوں میں سب سے آگے بڑھنے والی جماعت، جماعت احمدیہ غانا ہے۔ جو ملک اقتصادی لحاظ سے پیچھے تھا وہ مالی قربانی کے لحاظ سے دنیا کی جماعتوں میں سب سے آگے بڑھ گیا ہے۔ اس میں بھی ہمارے لیئے تقویت کا پیغام ہے۔

اس کے علاوہ حضور نے نئے برسر روزگار آنے والوں کو جن کو پہلے اس تحریک میں حصہ لینے کی توفیق نہیں ملی تھی، انہیں بھی اور نئے احمدی ہونے والوں کو بھی صد سالہ جوبلی کی تیاری کے لیئے اس مالی قربانی میں حصہ لینے کی تحریک فرمائی۔ اور فرمایا کہ کئی ایسے ممالک ہیں جہاں اس تحریک کے بعد جماعت قائم ہوئی ہے اس لیئے کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ اس سو سالہ جشن تک ہمارے وعدہ دہندہ سو ممالک ہو جائیں۔ شعبۂ مال جائزہ لے کہ کن کن ممالک میں جماعت ہے اور پھر اُن سے وعدہ لے کر ان کو بھی اس مالی قربانی میں شامل کرے۔

آخر میں حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وعدے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۳۰ جنوری ۱۹۸۷ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ یونس کی آیت ۶۲ تا ۶۶ کی تلاوت فرمائی اور اس کی پُر معارف تفسیر بیان کرتے ہوئے بتایا کہ پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہیں اور پھر آپ کے غلاموں، آپ کے تابع کام کرنے والوں کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ آیت میں مذکور لفظ "شان" کے معانی بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا، شان سے مراد جلوہ نمائی اور عمل دونوں ہیں۔ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ اور سیرت کا

ہر پہلو ایک حسین جلوہ نمائی کر رہا ہے۔ اور آپؐ کی زندگی کا ہر لمحہ اور ذرہ ذرہ مصروف ہے۔ آپؐ ہر وقت کام میں منہمک رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہارا ہر کام خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے اور ہم ہر پہلو سے ایک حقیر چیز پر بھی اور بڑی سے بڑی چیز پر بھی نظر کئے ہوئے ہیں۔

حضور نے فرمایا: اس آیت میں خاص معنے یہ ہیں کہ مومنوں کو بعض بڑے بڑے کاموں کی توفیق ملتی ہے جن کے نتیجہ میں وہ دُنیا کے سامنے آجاتے ہیں لیکن بہت سے چھوٹے چھوٹے کام بھی ہوتے ہیں جو خدا کے مومن بندے اپنی توفیق کے مطابق کرتے چلے جاتے ہیں اور چونکہ وہ چھوٹے ہوتے ہیں اس لیئے دنیا کی ان پر نظر نہیں پڑتی لیکن اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہ خوشخبری دے رہا ہے کہ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی میری نظروں کے سامنے ہے۔ تم میری آنکھوں کے سامنے رہتے ہو اور تمہارے دل میں اللہ کے لیئے اگر ایک ادنیٰ سا خیال بھی آتا ہے تو وہ بھی میری نظروں کے سامنے ہے۔

حضور نے فرمایا: ان آیات کا انتخاب میں نے اس لیئے کیا ہے کہ جن نیک کاموں کی طرف میں خصوصیت سے توجہ دلا رہا ہوں اُن کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ خواہ وہ کام دُنیا میں کسی کی نظر میں آئیں یا نہ آئیں جس کو ان کاموں کی خبر ہونی چاہیئے اس کو پتہ چل رہا ہے۔

حضور نے بتایا اس آیت میں اُس جماعت کا ذکر بھی ہے جو آخرین میں سے پیدا ہونی تھی اور جس نے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی غلامی میں نیک کام کرنے تھے۔ ان کو ریا کاری سے مستغنی کرنے کے لیے خدا نے یہ پیغام دیا ہے کہ اگر تم یہ سوچو گے کہ تم پر خدا کی نظر ہے تو تم اس بات سے آزاد ہو جاؤ گے کہ تم پر کسی اور کی نظر پڑتی ہے یا نہیں۔ تمہارے لیئے خدا کی نظر ہی کافی ہے۔ خدا کے دین کے لیئے اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی سُنّت کے غلبہ کی خاطر جماعت احمدیہ نے جو کام سنبھالے ہیں ان کے متعلق سب سے عظیم الشان خوشخبری تو یہی ہے کہ وہ اللہ کی نظر میں ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کاموں کو دنیا کی کوئی طاقت ناکام نہیں بنا سکے گی۔ اور تیسرا یہ کہ ان کا پھل آخرت میں ہی نہیں اس دنیا میں بھی لازماً ملے گا۔ یہ وہ کلمات اللہ ہیں جن کو دُنیا میں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

صد سالہ جوبلی کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ دنیا کے کونے کونے میں اس شان اور اس قوّت کے ساتھ یہ جشن منایا جائے گا کہ اہلِ دُنیا کے کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے، احمدیوں کے ولولے اور ان کے دبدبے سے۔ اور جس شوکت سے نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوں گے وہ ان کے دلوں کو ہلا دینے والی شوکت ہوگی۔ اس لیئے کہاں ان کی طاقت، کہاں ان کی مجال کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے غلاموں کی شان نوچ سکیں۔ یہ نہیں نوچ سکتے۔ یہ ملک جہاں میں اس وقت آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں یہ ملک بھی نئی دو بالا شان کے ساتھ دینِ حق کا حُسن دُنیا کے سامنے پیش کر رہا ہوگا۔ آپ ہوں گے جو اس حُسن کو دُنیا کے سامنے پیش کر رہے ہوں گے۔ افریقہ بھی اس شان کو ایک نئے ولولے کے ساتھ پیش کر رہا ہوگا نئے رُوپ کے ساتھ یہ شان ایشیا کے سارے ممالک میں دکھائی جائے گی، نئے رُوپ کے ساتھ یہ شان دنیا کے ہر براعظم میں دکھائی جائے گی۔

بعدہٗ حضور نے صد سالہ جشن کی تیاری کے لئے جو ذمہ داریاں ہیں، ان کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ اس کے لئے صرف مالی قربانی ہی کافی نہیں بلکہ اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیں اور زندگی کے ہر پہلو کو خدا تعالیٰ کے پیار کا مرکز بنا لیں۔

صد سالہ جوبلی کے لئے جو تحفے جماعت نے خدا کے حضور پیش کرنے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے اپنی اس دلی تمنا کا اظہار بھی فرمایا کہ میرے دل کی تمنا یہ ہے کہ بہت سے ایسے ممالک جہاں مقامی طور پر چند خاندان ابھی تک احمدیت میں داخل ہوئے ہیں وہاں کم سے کم مزید دو خاندانوں کو ہم احمدیت میں داخل کر لیں۔ اور جہاں جماعت قائم ہو چکی ہے، وہاں ہم یہ کہہ سکیں کہ ہم یہ حقیر اور عاجزانہ تحفہ پیش کرتے ہیں کہ ہم نے مقامی طور پر ایک خاندان کو احمدیت میں داخل کر لیا ہے۔

حضور نے بتایا کہ بدقسمتی سے یورپ کے بعض ممالک میں اس طرف پوری توجہ نہیں دی گئی۔ اور اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے اس کام کو غیر معمولی اہمیت دیکر دوبارہ اپنے ہاتھ میں لیں۔ جو داعی الی اللہ نہیں بنے وہ فوری طور پر داعی الی اللہ بنیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام بنانے کے لئے اپنی ساری طاقتیں صرف کر دیں اور دن رات ایک کر دیں اور اس کام کو حرزِ جان بنا لیں کہ ایک خاندان، ایک اَور خاندان خدا کے حضور پیش کرے اور اس شان کے ساتھ نئی صدی میں داخل ہوں کہ آپ کے ساتھ ذریتِ طیبہ ہو۔ آپ کی روحانی اولاد آپ کے ساتھ ہو۔

حضور نے بتایا کہ یہ کام بہت غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا پرست بھی اپنی کوششوں کو تیز کرے گا اور ہر جگہ آپ کو ناکام کرنے کی کوشش میں آپ کا تعاقب کرے گا۔ اس لئے دعاؤں کے ساتھ اور اپنے تقویٰ کے معیار کو بلند کرتے ہوئے اس ذمہ داری کو ادا کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو بے ثمر نہیں کرے گا۔ احمدیت کا مخالف ضرور ناکام و نامراد ہوگا۔ خدا کی ساری تقدیر تمہارے لئے تقدیرِ خیر ہے۔ تم دنیا میں بھی کامیاب رہو گے اور آخرت میں بھی کامیاب رہو گے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۶؍ فروری ۱۹۸۷ء

حضور نے احبابِ جماعت کو صد سالہ جوبلی کے قریب تر آنے پر ان کی بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ سو سالہ جشن کی تیاری کے لئے بہت زیادہ محنت، توجہ اور انہماک کی ضرورت ہے۔

حضور نے بتایا کہ اس غرض سے مرکزی کمیٹیوں کے علاوہ ملکی اور علاقائی سطح پر کمیٹیاں بنا دی گئی ہیں اور ساری دنیا کی راہنمائی کے لئے بنیادی منصوبہ دیا جا چکا ہے جس کی روشنی میں ہر ملک اپنے مقامی حالات اور وسائل کے مطابق منصوبہ تیار کر کے علاقائی کمیٹیوں کو بھجوائے اور علاقائی کمیٹیاں اس پر نظرِ ثانی کرنے کے بعد مرکزی کمیٹیوں کو بھجوائیں۔

حضور نے فرمایا کہ اس جشن کے لئے تمام دنیا میں نئی عمارتوں کی ضرورت کے پیشِ نظر نقشوں کی تیاری کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ ایک عمومی نقشہ سب کو بھیج دیا جائے گا۔ ہر ملک مقامی طور پر اپنے وسائل اور توفیق کے مطابق عمارت تعمیر کرے۔ اور ان عمارتوں کی تعمیر میں وقارِ عمل کا بہت بڑا دخل ہونا چاہیئے۔

حضور نے احبابِ جماعت کو تحریک فرمائی کہ وہ اپنی خدمات اپنے امیر کے سپرد کریں اور اپنے مکمل کوائف بھیج کر انہیں بتائیں کہ وہ کس رنگ میں اپنی کن صلاحیتوں اور استعدادوں کو بروئے کار لا سکتے ہیں اور کس قسم کا اور کتنا وقت دے

سکتے ہیں۔ اس طرح ان صلاحیتوں کی بناء پر کمیٹیاں حقیقی منصوبہ بنا سکیں گی۔

حضور نے دعوت الی اللہ کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانے میں دو پیسے چندہ دینے والوں کی مالی قربانی کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا اور عملاً وہی دو پیسے ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ کو اخلاص اور محبت سے پیش کیئے گئے اور آج وہی دو پیسے برکت پا رہے ہیں۔ اور آج ہمارے ہاتھوں سے جب وہ نکلتے ہیں تو ہزاروں لاکھوں بلکہ بعض دفعہ کروڑوں بن کر نکلتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل نے پیمانے مختلف کر دیئے ہیں لیکن سرچشمہ وہی ہے۔ وہی خلوص اور تقویٰ کا سرچشمہ جو حضرت بانیٔ سلسلہ کی دعاؤں اور محنتوں کے نتیجہ میں پیدا ہوا پس اسی نہج پر اب ہمیں دعوت الی اللہ میں بھی چندوں کا رنگ بھر دینا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا کہ بعض دفعہ بعض ملکوں سے ہزاروں کی بیعتوں کی اطلاع تو آتی رہی ہے لیکن آج تک لاکھوں کی بیعتوں کی خوشخبری نہیں ملی۔ تو دعا یہ کریں اور کوشش کریں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے ہم معیار کے پیمانے بدل دیں اور ملک اب ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں جانچے جانے لگیں۔ اور کثرت سے ایسے ملک پیدا ہوں اور ایسے نئے ملک شامل ہوں جہاں سے لاکھوں میں بیعتوں کی اطلاعیں ملنے لگیں۔

حضور نے فرمایا کہ اگر ہزاروں کو لاکھوں میں بدلنا ہے تو آپ کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ اس کے لیئے کتنی زیادہ محنت، توجہ اور افرادی اور انفرادی اور اجتماعی قوت اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی توفیق حاصل نہ ہو تو یہ کام آپ کے بس میں نہیں۔ پس دعاؤں کے بغیر اس قسم کے انقلاب نہیں پیدا ہوا کرتے اس لیئے غیر معمولی دعائیں مانگیں اور یہ ارادہ لے کر اُٹھیں کہ ہم نے یہ کر کے دکھانا ہے۔

حضور نے سو ممالک میں دعوت الی اللہ کے منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ جن ممالک کے سپرد نئے ممالک تھے اُن میں سے بعض نے بڑی محنت کی ہے اور خدا تعالیٰ نے انہیں قبول فرماتے ہوئے ایسا شیریں پھل دیا جو آگے بیج میں تبدیل ہو گیا اور نئے ممالک احمدیت میں شامل ہوئے۔ لیکن بعض ممالک میں ابھی تک غفلت ہے یا کام کا سلیقہ نہیں ہے۔ اس لیئے غفلتوں کو دُور کریں۔ اگر منصوبوں میں کمزوریاں تھیں تو اُن کو ٹھیک کریں۔ دعاؤں میں کمی تھی تو دعائیں کریں۔ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے کر از سرِ نو بلند عزم کے ساتھ کام شروع کر دیں۔

حضور نے جنوبی امریکہ کے ممالک میں دعوت الی اللہ کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کے لیئے تاکید فرمائی۔ حضور نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ نئے سال میں اللہ تعالیٰ نے برازیل میں مقامی پھل عطا فرمایا اور ایک تعلیم یافتہ خاتون اور بعض نوجوان بھی احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر دعا اور خلوص اور ہمت سے کوشش کریں تو بعید نہیں کہ اس خطّے کے ہر ملک میں مقامی طور پر احمدیت کا پودا لگ جائے۔

اس سلسلے میں حضور نے تحریک جدید کو خصوصی توجہ دینے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ جنوبی امریکہ کے ہر ملک میں یہ عزم راسخ لیکر آگے بڑھیں کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ دینِ حق کے احیائے نو کا پودا راسخ کر دینا ہے۔ اور کوشش کرنی چاہیئے کہ مقامی دوستوں کی ایک مضبوط جماعت پیدا ہو جائے۔

حضور نے صد سالہ جشن کے سلسلے میں انفرادی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس موقع پر خاص طور پر یہ دعا بھی کریں کہ اے خدا نئی صدی میں میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک کہ میری کمزوریاں مجھ سے جھڑ نہ چکی ہوں اور نئی خوبیاں مجھ میں پیدا نہ ہو چکی ہوں۔ یہ عزم اور یہ قریب آتی ہوئی منزل آپ کی بہت مدد کرے گی۔ دعاؤں کے ساتھ اپنی انفرادی کمزوریاں بھی دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنے گھر اور اپنے ماحول کی کمزوریاں بھی دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنے ماحول میں خوبیاں پیدا کریں۔ گھروں کو سجانے اور خوشگوار بنانے میں دعاؤں کو استعمال کریں کیونکہ دعاؤں سے خلوص نیت پیدا ہوتا ہے۔

حضور نے ازدواجی اور عائلی زندگیوں کو بہتر بنانے اور باہمی لین دین کے معاملات کو سنوارنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ گندا مال ہر چیز کو گندا کر دیتا ہے اس لیئے اپنے اموال میں برکت پیدا کرنے کے لیئے نئے رستے نکالیں۔ اس سے جشن منانے میں بڑی مدد ملے گی۔ کتنا عظیم الشان جشن ہوگا اس جماعت کا جس کے گھر عائلی زندگی میں سنت نبوی پر عمل کرنے کے نتیجے میں جنت نشان بن چکے ہوں گے۔ جن کے لین دین کے معاملات ایک دوسرے کے پیسے غصب کرنے میں نہیں بلکہ ایک دوسرے کے لیئے ایثار کی بنیادوں پر قائم ہوئے ہوں گے۔ اور جن کے گھر دعاؤں اور درود و سلام کی آوازوں سے اور خدا کی راہ میں گریہ وزاری اور عبادتوں کے نتیجے میں ایک ایسی موسیقی پیدا کر رہے ہوں گے جن کی کوئی مثال دنیا کی کوئی تہذیب پیش نہیں کر سکتی۔ وہ موسیقی جو فطرت کے تاروں میں روحانی ارتعاش پیدا کرتی ہے، وہ موسیقی جو آپ کو ملاء اعلیٰ کے طیور کے گانے سکھاتی ہے وہ موسیقی سیکھیں اور اس موسیقی سے اپنے گھروں کے ماحول کو مترنم کر دیں۔ اس طرح یہ نغمے گاتے ہوئے اور یہ ساز بجاتے ہوئے اس شان سے نئی صدی میں داخل ہوں کہ عرش پر بھی آپ کی موسیقی کی صدائیں ایک خاص دھن کے ساتھ سنی جانے لگیں۔ اور ایک خاص پیار اور محبت کے ساتھ اس طرح فرشتے آپ کی اس موسیقی کی نقل اتاریں جس طرح حضرت اقدس بانی سلسلہ نے فرمایا ہے کہ میرے گانے وہ ہیں جن کو آسمان پر فرشتے بھی گاتے ہیں۔ پس آپ فرشتوں کو موسیقی سکھانے والے موسیقار بن جائیں۔ اور اگلی صدی میں اس طرح داخل ہوں کہ ساری دنیا کو نئے انداز موسیقی سکھانے والی صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہو اور اول اور آخر جماعت احمدیہ ہی ہو۔

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

ملت احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزان دیار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

(درثمین)

سیرۃ النبیؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حُبّ الوطنی

(محترم حافظ مظفر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

وطن سے محبت نہ صرف انسان کا ایک طبعی خاصہ ہے بلکہ قومی اور دینی فریضہ بھی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ دینی فریضہ ہونے کے اعتبار سے وطن کی محبت انسان پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کرتی ہے جن کا پورا کرنا ہر مومن کا فرض اوّلین ہے۔

آج کی دنیا میں تو حُبّ الوطنی کا ایک یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کہ حُبّ الوطنی کے نام پر جائز و ناجائز حربوں کے استعمال سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ اسی مقدس نام پر دوسروں کے حقوق پامال کر لیئے جائیں اور اپنے وطن کی محبت کے مقابل پر دوسروں اور ان کے وطنوں سے نفرت کی جائے۔ اگر کہیں یہ تصور ہے تو یہ آج کے دَور کی پیداوار تو ہو سکتی ہے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

قرآنی تعلیم کا صحیح اور سچا نمونہ ہمارے لئے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کی سیرت پر نظر ڈالیئے تو حُبّ الوطنی کے مفہوم میں وسعت نظر آنے لگتی ہے اور اس کا نہایت اعلیٰ تصور سامنے آتا ہے ـــــ ہاں وہی پاکیزہ تصور جس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ہمارے آقا سیّد و مولا رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے۔ آپؐ آفاقی نبی ہیں اور ساری زمین آپؐ کا وطن ہے۔ آپؐ ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ تمام رُوئے زمین آپؐ کے لئے پاک اور سجدہ گاہ بننے کے لائق قرار دی گئی ہے ـــــ اس لیئے آپؐ رُوئے زمین کے ہر خطہ اور اس کے انسانوں سے محبت کرنے والے تھے۔ (آپؐ نے ہی یہ سبق دیا کہ سب انسان برابر ہیں اور رنگ و نسل یا عصبیت کی بنا پر کسی کو کوئی فضیلت حاصل نہیں)۔

مگر وہ خطۂ عرب جہاں آپؐ پیدا ہوئے اور وہ شہر جس کے گلی کوچوں میں آپؐ کا بچپن گزرا اور وہ گھر اور مکان جہاں آپؐ کے شب و روز بسر ہوئے بلاشبہ آپؐ کی طبعی محبت کے زیادہ حقدار تھے اور ایسا ہی ہوا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حُبّ الوطنی کا وصف بھی محبّت فی محلّہ کی شرط کے ساتھ نہایت متوازن اور معتدل طور پر پایا جاتا ہے اور آپؐ ہمیں حُبّ الوطنی کے جملہ تقاضے پورے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب کبھی بھی وطن یا اہلِ وطن پر کوئی مصیبت آئی تو آپؐ نے آگے بڑھ کر اہلِ وطن کا ساتھ دیا۔

آپؐ کی عمر ابھی بیس سال تھی کہ آپؐ کی قوم اور قبیلہ قیس عیلان کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس میں بنو کنانہ اور قریش ایک طرف تھے اور قیس عیلان اور ہوازن دوسری طرف ـــــ وطن پر اس مصیبت اور نازک صورتِ حال میں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک عام سپاہی کی طرح فوج میں شامل ہو کر اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (ابن ہشام)

اہلِ وطن کے ساتھ محبت کا یہ عالم ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنے کے لیے حلف الفضول کا معاہدہ ہوتا ہے تو آپؐ اس میں شریک ہوتے ہیں۔ (ابن ہشام)

وطن اور اہلِ وطن کی جو محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جاگزیں تھی زمانۂ نبوت سے قبل اس کے اظہار کا ایک اور منظر اس وقت نظر آتا ہے جب عربوں پر ظلم کرنے والے ایرانیوں کے ساتھ رومیوں کی جنگ ہوئی اور عربوں نے رومیوں کی خوب مدد کی یہاں تک کہ رومی بالآخر فتحیاب ہوئے۔ اور گویا عربوں کو ایرانیوں کے ظلم سے نجات ہوئی۔ اُس روز اہلِ وطن کے چین اور سکھ کا خیال کرکے خوش ہو کر ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

آج وہ دن ہے کہ جس میں عربوں نے ایرانیوں سے اپنا حق آزادی حاصل کر لیا ہے۔

وطن اور اہلِ وطن سے محبت کا یہ بے اختیار انداز ہے جو آپؐ سے ظاہر ہوا۔

اور وہ بھی آپؐ کا جذبۂ حُبّ الوطنی ہی تھا جو آپؐ کو کشاں کشاں حرا کے غار میں لے جاتا تھا۔ اور قوم کے درد میں گھائل ہو کر آپؐ اُن کے لیے دعائیں کرتے تھے ایسی کیفیت تھی کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ۔

حضرات! آج کے آزادی کے دور میں آپ ذرا اس مظلوم انسان کا تصور کریں جسے اس کے شہر کے باسی اپنے شہر میں ہی رہنے نہ دیں بلکہ اس کے جان لیوا دشمن بن کر شہر سے نکلنے پر مجبور کریں تو شاید ایسے شخص کو دنیا کا مظلوم ترین انسان کہا جائے لیکن آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ وہ شاہِ دوعالم جن کی خاطر یہ کائنات پیدا ہوئی ان کے ساتھ یہ سلوک ہو چکا ہے ذرا سوچیں وہ دن شاہِ دوجہاں پر کتنا بھاری ہوگا جب آپؐ اپنے آبائی وطن مکہ کی ان گلی کوچوں سے نکلنے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ جس روز آپؐ مکہ سے نکلے ہیں تو اُس روز آپؐ کا دل اپنے وطن مکہ کی محبت میں خون کے آنسو رو رہا تھا جب آپؐ شہر سے باہر آئے تو اس مقام پر جب مکہ آپؐ کی نظروں سے اوجھل ہو رہا تھا ایک پتھر پر آپؐ کھڑے ہو گئے اور مکہ کی طرف منہ کرکے اُسے مخاطب ہو کر فرمایا۔

" اے مکہ! تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا"

یہ کہا اور سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے۔

مگر اس ہجرت کے بعد بھی اپنے وطن کی یاد اور محبت آپؐ کے دل میں باقی رہی۔ آپؐ مسلسل اُن کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ساری رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھتے رہے۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ کہ اے اللہ! اگر تو ان کفار کو عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

گویا حکمت سے کفار پر اور اپنے اہلِ وطن پر غلبہ کے خواہشمند تھے بربادی اور ہلاکت کی راہ سے نہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! ان کفار کے خلاف میری اسی طرح مدد کر جس طرح یوسف علیہ السلام کی اُن کے بھائیوں کے خلاف قحط سے مدد کی تھی۔ (جب وہ مطیع ہو کر دربارِ یوسفؑ میں حاضر ہو گئے تھے)۔ احادیث میں آتا ہے کہ یہ دعا مقبول ہوئی اور مکہ میں اتنا سخت قحط پڑا کہ لوگ

مردار اور ہڈیاں تک کھانے لگے۔ اور بھوک کی وجہ سے قحط زدہ لوگوں کو آنکھوں کے سامنے دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ کفارِ مکہ اس قحط سالی سے خوفزدہ ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ محمدؐ کا تعلق جتنا خدا کے ساتھ ہے اتنا مخلوق کے ساتھ بھی ہے۔ وہ محبِ وطن بھی بہت ہے چنانچہ ابوسفیان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور آپؐ کے اہلِ وطن کا واسطہ دیکر عرض کرتا ہے اے محمدؐ! آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے آپ ان کے لیئے اللہ سے دعا کریں کہ بارشیں ہوں اور قحط سالی دُور ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تو ابوسفیان کو احساس دلانے کے لیئے فرماتے ہیں کہ تم بڑے دلیر ہو کہ میرے انکار کے نتیجہ میں ہی تو یہ عذاب آیا ہے اور بغیر اس کے کہ تم خدا کو مانو عذاب ٹلوانے کی درخواست کرتے ہو۔ مگر پھر آپؐ کے دل میں اہلِ وطن کی محبت کا کچھ ایسا خیال آیا کہ آپؐ نے قحط سالی کے دُور ہونے اور بارش کے لیئے دعا کی اور یہ دعا مقبول ہوئی۔ بارشیں ہوئیں اور قحط دُور ہو گیا۔ مگر پھر اہلِ مکہ پر جب خوشحالی کا دور آیا تو شرک و بُت پرستی اور مخالفت میں مصروف ہو گئے۔ یہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ دخان)

اس قحط کے دَوران حضورؐ نے ۵۰۰ دینار بھی اہلِ مکہ کی امداد کے لیئے بھجوائے۔ (المبسوط للسرخسی)

- حدیبیہ کے موقع پر بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت شرائط کے مقابل پر صلح کو اختیار کیا تو اسکی ایک وجہ یہی تھی کہ جنگ وجدل کے نتیجہ میں اہلِ وطن کا جانی نقصان نہ ہو

- فتح حدیبیہ سے اگلے سال جب معاہدہ کے مطابق آپؐ عمرۃ القضاء کے لیئے تشریف لائے تو مکہ میں صرف تین دن ٹھرنے کی اجازت تھی۔ اس موقع پر حضرت میمونہؓ کی شادی آپؐ کے ساتھ ہوئی اور آپؐ کی دلی خواہش تھی کہ مکہ میں آپؐ کی دعوتِ ولیمہ ہو جائے۔ جس کے لیئے آپؐ نے مکہ والوں کو پیغام بھی بھیجا کہ ایک دو روز اور مکہ میں رہ لینے دو اور دعوتِ ولیمہ میں تم لوگ بھی شریک ہو جاؤ مگر اہلِ مکہ نے اجازت نہ دی۔ اس کے باوجود اہلِ وطن کی محبت آپؐ کے دل سے نہ گئی اور

- فتح مکہ کے موقع پر آپؐ کی ساری حکمتِ عملی اس کوشش کے لیئے تھی کہ مکہ والوں کا جانی نقصان نہ ہو۔ اسلیئے آپؐ نہایت تیز رفتاری سے دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ پہنچے اور آپؐ کی یہ دلی آرزو پوری ہوئی۔ اور جس روز شہر مکہ فتح ہوا جس کے لوگ آپؐ کو سخت اذیتوں کا نشانہ بنا چکے تھے تو آپؐ کی طرف سے اہلِ شہر کو امان اور معافی کا اعلان ہی سُننے میں آیا۔ مکہ والوں کے ایک دستہ نے خود زیادتی سے حملہ کر کے اپنے دو آدمی مروا لیئے

- پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک دوسرا دَور مدینہ سے تعلق رکھتا ہے جسے آپؐ کے وطنِ ثانی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ مدینہ اور وہاں کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطنِ ثانی بننے کے بعد اس سے بڑھ کر پیار ملا جو اُن کا حق تھا۔

آپؐ کے مدینہ تشریف لانے سے قبل اُسے یثرب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور اس لفظ میں سرزنش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہ شہر مدینۃ الرسول کہلایا۔ اور جیسے پیارے بچوں کے نام رکھتے ہیں رسول اللہؐ بڑے پیار سے فرمایا کرتے تھے

کہ لوگ تو اسے یثرب کہتے ہیں مگر یہ تو مدینہ ہے جو اس طرح لوگوں کو صاف کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو صاف کر دیتی ہے۔ آپؐ نے شہر مدینہ کی حرمت قائم کی اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکّہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ یعنی اس میں جنگ و جدل اور خون خرابہ جائز نہیں۔

مدینہ میں جب آپؐ تشریف لائے تو یہاں کی آب و ہوا صحابہؓ کو موافق نہ آئی اور ان کو بخار آنے لگے تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کیا کرتے تھے کہ :-

"اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی ڈال دے جیسے مکّہ ہمیں محبوب ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مدینہ کو محبوب کر دے۔ اور اے اللہ! مدینہ اور اس کے اہل کے رزق میں فراوانی عطا کر اور اس کی آب و ہوا کو ہمارے لئے صحیح کر دے اور اس کے بخار کو یہاں سے کہیں دُور لے جا۔"

اور پھر تو اس وطنِ ثانی سے رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کو ایسی محبت ہوئی کہ مدینہ سے جدائی طبیعت پر گراں ہوتی تھی۔ عمر کے آخری سالوں میں آپؐ تبوک کی مہم کے سلسلہ میں ایک ماہ کے قریب مدینہ سے باہر رہے تھے اور جب واپس تشریف لا رہے تھے اور مدینہ کے ارد گرد کے ٹیلوں کے پاس پہنچے تو مدینہ پر پہلی نظریں پڑیں تو بے اختیار عجب پیار کے عالم میں فرمانے لگے هٰذِهٖ طَابَةُ هٰذِهٖ طَابَةُ۔ لو! ہمارا پاک شہر مدینہ آگیا۔ مدینہ آگیا۔

آپؐ مدینہ کو پیار سے طابہ بھی کہتے تھے جس کے معنے پاک اور پاک کرنے والے کے ہیں۔

اسی طرح غزوۂ خیبر کے موقع پر جب ایک عرصہ کے بعد آپؐ مدینہ تشریف لا رہے تھے تو مدینہ کے قریب پہنچ کر فرطِ مسرت میں سواری کو ایڑ لگائی اور تیز کر لیا اور جب مدینہ کے پہاڑ اُحد پر نظر پڑی تو بے اختیار وادئ مدینہ کی محبت میں سرشار ہو کر کہہ اُٹھے کہ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ یعنی وادئ اُحد مدینہ کو ہم سے محبت ہے اور ہمیں پیاری ہے۔ پھر فرمایا اے اللہ! ابراہیمؑ نے مکّہ کو حرم بنایا تھا میں اس وادئ اُحد مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔

حضرت عمرؓ مدینہ کی محبت میں یہ دُعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے موت آئے تو تیرے پاک رسولؐ کے شہر مدینہ میں آئے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ رسول اللہؐ کی پاک سیرت کے نمونوں کی روشنی میں وہ ہمیں اپنے وطن کی ایسی سچی محبت عطا کرے جو ہم وطن کی خاطر خدمت اور قربانی کے سب تقاضے پورے کرنے والے ہوں اور اپنی کسی حق تلفی کے نتیجہ میں ہم اپنے وطن یا اہلِ وطن کی حق تلفی کرنے والے نہ ہوں —— اور اگر ہم اَور کچھ نہیں کر سکتے تو اپنے وطن کے لئے دردِ دل سے دعائیں ہی کریں کہ اللہ تعالیٰ خود اس کا محافظ ہو کیونکہ اُسی کے نام پر یہ سرزمین حاصل کی گئی تھی ٭

"وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔"
(نزول المسیح)

سلام بحضور امام عالی مقام

(جناب ملک افتخار احمد اعجاز کلانوری)

دیارِ مغرب میں بسنے والے امامِ عالی مقام آقا
غلام بے دام مشرقی کا قبول کیجو سلام آقا

ہمارے شام و سحر اب کیسے گزر رہے ہیں یہ کچھ نہ پوچھیں
پڑے سسکتے ہیں بے سہارا حضور کے سب غلام آقا

خدا گواہ ہے ہمیں خدا سے ملی ہے صبر و رضا کی دولت
رہیں گے ثابت قدم ہمیشہ ہزار بدلیں نظام آقا

یہ زندگی کوئی زندگی ہے کہ اپنے آقا سے دور رہ کر
تڑپ رہے ہیں کبھی سے بسمل حضورِ انور خدام آقا

حضورِ انور کی اقتدا میں سرور جو تھا عبادتوں میں
نہیں مزہ اب وہ بے ربط ہیں میرے سجود و قیام آقا

تمہیں قسم میرے آنسوؤں کی صبا خدارا یہ ان سے کہنا
مریضِ فرقت تڑپ رہا ہے عطا ہو شفقت کا جام آقا

غموں کے اس بحرِ بے کراں میں بلا رہے ہیں اب آ کھویا
نہ ڈوب جائے شکستہ کشتی کریں کوئی انصرام آقا

الٰہی کوئی سنائے مژدہ کہ ہو مبارک وہ آرہے ہیں
بچھاؤں آنکھیں میں راستوں میں قدم قدم گام گام آقا

خدا کرے کہ حضور آئیں رہوں سلامت میں اس گھڑی تک
رخِ منور کے نور سے میں بھروں ان آنکھوں کے جام آقا

ربِ کعبہ کی بارگاہ میں اعجاز عاصی کی یہ دعا ہے
نشاۃِ ثانی مسیحِ دوراں رہے سلامت مدام آقا

کام آئے جو محشر میں وہ اعزاز عطا کر!

(جناب میر مبشر احمد طاہر آف پسرور)

تخئیل کو یا رب پرِ پرواز عطا کر
دے نطق زباں کو میری اعجاز عطا کر

کم مایہ ہوں مجبور ہوں لاچار ہوں یا رب
اب دبدبہ دے قوتِ شہباز عطا کر

کٹ جائے مری عمر یونہی ہنستے ہنساتے
وہ سوزِ دروں بخش درِ باز عطا کر

جو نور کہ روشن کرے ہر کہرِ جبیں کو
وہ نور عطا کر مجھے اعجاز عطا کر

جو بات کروں لوگ سنیں مان بھی جائیں
وہ درد بھری مدھ بھری آواز عطا کر

گرمائے جو سینے کو مجھے سوز عطا کر
وہ تارِ نفس دے مجھے وہ ساز عطا کر

گرویدہ ہو ہر چھوٹا بڑا جس سے خدایا
وہ طرزِ تکلم دے وہ انداز عطا کر

جو خاک نشینوں کو اٹھا کر کرے بالا
کافور ہوں غم جس سے وہی راز عطا کر

شرمندۂ تعبیر ہر اک خواب ہو میرا
کام آئے جو محشر میں وہ اعزاز عطا کر

تقدیر بدل جائے پھریں دن یہ ہمارے
وہ جہدِ مسلسل دے تگ و تاز عطا کر

خود سجدہ کناں حسن ہو در پر میرے آکے
وہ حسنِ خداداد دے وہ ناز عطا کر

کام آئیں جو مشکل میں مرے خالقِ اکبر
وہ دوست وہ ہمدم مجھے ہمراز عطا کر

ہو جائے سحر اب شبِ ہجراں کی الٰہی
طاہر پہ کرم کر اسے دم ساز عطا کر

تربیتِ اولاد

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سیرت کی روشنی میں

یہ تقریر حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے جماعتِ احمدیہ کے جلسۂ سالانہ ۱۹۶۸ء پر فرمائی تھی۔ نظارت اشاعت لٹریچر کے تحت ۱۹۷۷ء میں اسے شائع کیا گیا تھا۔ افادیت کے پیشِ نظر اسے خالد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

میرا مضمون ہے "تربیتِ اولاد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سیرۃ کی روشنی میں"۔ تربیتِ اولاد سے محض یہ مراد نہیں کہ اولاد کو دنیوی جاہ و منصب کے حصول کے لئے تیار کیا جائے بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں دینی اخلاق و آداب کا شروع سے ہی سکھانا مراد ہے۔ اور اس میں مذہبی تعلیم سے کما حقہٗ آگاہ کرنا، آدابِ معیشت، آدابِ محفل، نماز روزہ کی پابندی، آدابِ گفتگو، آدابِ معاشرہ، قانون، تعظیم و تکریم، دیانتداری، فرائضِ منصبی کی ادائیگی، محنت کشی، لوگوں کو نفع پہنچانا اور ان سے حُسنِ معاملہ کرنا یہ باتیں تربیتِ اولاد میں داخل ہیں۔ اور خود بخود یہ باتیں پیدا نہیں ہو سکتیں بلکہ پوری محنت اور کوشش چاہتی ہیں۔ ان امور کی ذمہ داری والدین، رشتہ داروں، دوستوں اور استادوں پر عائد ہوتی ہے۔

اس مضمون کی اہمیت واضح ہے۔ موجودہ زمانے میں مغربی فلسفہ اور الحاد زوروں پر ہے جس کا اثر نوجوانوں پر پڑ رہا ہے اور وہ قرآن و حدیث کی تعلیم سے بیگانہ اور دینی معاشرے کی ضروریات سے بے خبر ہیں الا ما شاء اللہ

اعلیٰ درجہ کے تعلیمیافتہ اور فن و ہُنر میں ممتاز اشخاص بھی دین کے معمولی مسائل سے بے خبر پائے جاتے ہیں۔ اور تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اور دینی تعلیمات سے ناواقفی کی وجہ سے وہ مغرب زدہ ہو چکے ہیں۔ جو تعلیم سکولوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے اُس میں اکثر اس بات کو مدّنظر نہیں رکھا جاتا کہ دینی تعلیم کیا ہے اور ہمارے نوجوانوں سے مُلک و ملّت کو کیا توقعات ہیں۔ ان امور کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ تربیتِ اولاد کے فلسفے کو قرآنی نقطۂ نظر سے سمجھا جائے اور اپنی اولادوں کو اسکے مطابق ڈھالا جائے۔ ان امور سے غفلت اور لاپروائی کے بعض خطرناک اور ناگوار نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

۱۔ بعض اعلیٰ درجہ کے تعلیمیافتہ دینی تعلیم سے بالکل بیخبر ہوتے ہیں یا دینِ حق کو ایک قصۂ ماضی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ یہ بزعم خود غلط لوگ اس بات کو ضروری نہیں سمجھتے کہ جہاں انہوں نے ایک عمر مغربی فلسفہ اور مغربی تعلیم حاصل کرنے میں صرف کی ہے کبھی قرآن و حدیث کی طرف بھی توجہ کریں جہاں تک

دینی تعلیمات کا تعلق ہے یہ تختی صاف اور یہ کاغذ کورا ہوتا ہے اور ہر غلط نقش کے قبول کرنے کے لئے مستعد۔

ب۔ ایسے واقعات بھی ہمارے سامنے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم کے باوجود ناگفتنی امور میں ملوّث ہو جانا اور پھر خودکشی تک اختیار کرنا ان لوگوں کے نزدیک جائز ہوتا ہے۔

ج۔ بعض اعلیٰ تعلیمیافتہ والدین اور اساتذہ کے حقوق سے محض بیگانہ ہوتے ہیں۔

د۔ بعض گھرانوں میں اولاد وبالِ جان بن جاتی ہے اور باپ بیٹے کو عاق کرنے کا اشتہار دیتا ہے۔

ہ۔ بعض اعلیٰ تعلیمیافتہ اشخاص میں دیانتداری اور فرضِ منصبی کی ادائیگی کا فقدان ہوتا ہے۔ مروجہ تعلیم میں اس بات کو کم مدِّ نظر رکھا جاتا ہے کہ دینی معاشرے کے اندر انفرادی ترقی مقصود بالذات نہیں بلکہ ہر فرد پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ مُلک و مِلّت اور معاشرے کے لئے ایک ایثار پیشہ اور مفید وجود ثابت ہو۔ یعنی قرآنی تعلیم اجتماعی زندگی اور اجتماعی ترقی پر زور دیتی ہے اور دین کی تمام تعلیمات اس منزلِ مقصود کی طرف رہبری کرتی ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تربیتِ اولاد کے متعلق واضح اور روشن ہدایات ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ اور حضور کا اپنا نمونہ اور عمل اس بارے میں ہمارے لئے مشعلِ ہدایت اور شحنۂ راہ ہے۔ اور حضور کے کلمات اور ملفوظات کا کچھ حصہ اس وقت خاکسار بیان کرنا چاہتا ہے۔

دینِ حق میں بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کی تربیت کا آغاز ہو جاتا ہے اور نوزائیدہ بچے کے کان میں توحید و رسالت کی آواز پہنچائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات برس کے بچّے کو نماز پڑھنے کی تاکید اور دس برس کے بچّے کے لئے اس کی فرضیت کی تعلیم دی ہے۔

اولاد کے قرۃ العین ہونے کے لئے دُعا اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے اور اولاد کا قرۃ العین ہونا اس کے پابندِ نماز ہونے کو چاہتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو قرۃ العین فرمایا ہے۔ وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ۔

لیکن کہاں ہے یہ معاشرہ اور کہاں نہیں ہے یہ معاشرہ۔ یہ بات غور و فکر کے قابل ہے۔ اولاد اگر پابندِ نماز ہو تو گھرانہ اس دُنیا میں ایک جنّت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے طفولیت کے زمانے سے ہی تربیتِ اولاد کی تاکید فرمائی ہے۔ فرمایا:-

"دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب داڑھی نکل آئی تب ضَرَبَ يَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہوگا طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصّے میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں لیکن پندرہ برس پہلے کی اکثر باتیں یاد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشین ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے"۔

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

نیز فرمایا:-

"تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص

توجہ چاہیئے کہ دینی تعلیم ابتداء سے ہی ہو
اور میری ابتداء سے یہی خواہش رہی ہے
اور اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔
دیکھو تمہاری ہمسایہ قوموں یعنی آریوں نے کس قدر
حیثیت تعلیم کے لئے بنائی تھی۔ کئی لاکھ سے
زیادہ روپیہ جمع کرلیا۔ کالج کی عالی شان عمارت
اور سامان بھی پیدا کیا۔ اگر مسلمان پورے طور
پر اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں گے
تو میری بات سن رکھیں کہ ایک وقت اُن کے
ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے۔"

حضور بچپن میں ہی اپنی اولاد کو بڑوں کا ادب لحاظ
سکھاتے تھے۔ ایک مرتبہ بچپن کے زمانے میں حضرت مرزا بشیر احمد
صاحب نے اپنے ساتھ والے لڑکے سے کہا:۔

"دیکھو وہ نظام دین کا مکان ہے"

اس پر حضور نے نصیحت فرمائی اور ٹوک دیا۔ فرمایا:۔

"میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے اس طرح نام
نہیں لیا کرتے"

ایک مرتبہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سے
بچپن میں قرآن شریف کی کوئی بے حرمتی ہوگئی۔ اس پر حضرت
بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا اور آپ نے
صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے شانہ پر طمانچہ مارا۔
گویا حضور نے بچپن ہی سے اخلاق کی نگہداشت لازمی
قرار دی ہے۔

بعض والدین نہایت سخت گیر ہوتے ہیں اور بچے کو
مارنا پیٹنا اُن کا معمول ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس بعض
والدین بچوں کے ساتھ اتنا لاڈ پیار کرتے ہیں کہ بچے بگڑ جاتے
ہیں۔ صحیح راستہ اِن دونوں باتوں کے درمیان ہے۔ امر اوّل
کے متعلق حضور کا ایک واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ ایک
مرتبہ ایک دوست نے اپنے بچے کو مارا۔ حضور نے اسے بلایا
اور ایک بڑی دردانگیز تقریر فرمائی۔ فرمایا "میرے نزدیک بچوں
کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا
ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔
ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال
میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کرلیتا ہے اور
جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کرجاتا ہے۔ اگر کوئی
شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا
اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اُسے
البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچے
کو سزا دے یا چشم نمائی کرے مگر مغضوب الغضب اور سبک سر
طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔
جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش
دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے
کو ایک حزب مقرر کرلیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں
کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔ میں التزاماً چند دعائیں
ہر روز مانگا کرتا ہوں۔

اوّل:۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم
مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر
ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق دے۔

دوم:۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان
سے قرۃ عین (اولاد) عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات
کی راہ پر چلیں۔

سوم:۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین
کے خدام بنیں۔

چہارم:۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے نام بنام۔

پنجم :- اور پھران سب کے لئے جو اس سلسلے سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے ۔"

حضور بچوں پر سخت گیر نہ تھے اور کبھی کبھی اپنے بچوں کو پیار سے چھیڑا بھی کرتے تھے اور وہ اس طرح کہ کبھی کسی بچے کا پہنچہ پکڑ لیا اور کوئی بات نہ کی خاموش ہو رہے۔ یا بچہ لیٹا ہوا ہے تو اُس کا پاؤں پکڑ کر اُس کے تلوے کو سہلانے لگے۔

بچوں کی غلطی پر حضور متوکلاً علی اللہ عفو اور درگذر سے کام لیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مصلح موعود جبکہ اُن کی عمر چار برس کی تھی بہت سے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور اسی اثنار میں انہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک نہایت ضروری مسودے کو دیا سلائی دکھادی اور مسودہ جل کر راکھ ہو گیا۔ حضور مضمون لکھ رہے تھے اور جب سیاقِ عبارت کے لیئے ضرورت پڑی تو مضمون کی تلاش ہوئی اور سب لوگ حیران اور فکر مند تھے کہ اب کیا ہوگا۔ اور ایک نہایت ناگوار نظارے کا آنا گھر والوں کو متوقع تھا۔ لیکن جب حضور کو معلوم ہوا کہ مسودہ جل چکا ہے تو حضور نے مسکرا کر فرمایا :-

"خوب ہوا اِس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے ۔"

مندرجہ بالا واقعہ جس قدر سبق آموز اور تربیتِ اولاد کے اصولوں میں سے ایک اصول کو واضح کرنیوالا ہے' وہ ظاہر و باہر ہے۔

اسی طرح یہ بھی واقعہ ہے کہ حضور تنہائی میں کوئی کتاب لکھ رہے ہیں اور اپنی عادت کے مطابق حضور نے دروازہ بند کیا ہوا ہے اور کسی بچے نے آکر دستک دی "ابا بوا کھول" حضور نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور یکے بعد دیگرے دو دو چار چار منٹ کے بعد اسی طرح بچے کا دستک دینا اور حضور کا دروازے کو کھول دینا اور اطمینان اور بشاشت سے یہ باتیں برداشت کرنا اور کوئی زجر و توبیخ نہ کرنا والدین کے لیئے ایک اُسوۂ حسنہ ہے۔

اسی طرح بچوں پر حضور کا تلطّف اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ حضور چارپائی پر بیٹھے ہیں اور بچوں نے رفتہ رفتہ حضور کو پائنتی پر بٹھا دیا ہے اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک، کوّے اور چڑیا کی کہانی سُنا رہے ہیں اور حضور بڑی خوشی سے یہ کہانیاں سُنتے جا رہے ہیں۔ بچہ بعض اوقات ضد میں آجاتا ہے۔ بال ہٹ ضرب المثل ہے۔ ایسے موقع پر بعض والدین بچے کو مار پیٹ کر درست کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر وہ رو رہا ہے تو اسے زبردستی چُپ کرانا چاہتے ہیں۔ بعض مائیں ایسے وقت بچے کو بے تحاشا مار پیٹ کرنے لگتی ہیں اور سیر ہو کر اُن پر غصّہ نکالتی ہیں - یہ عدم تحمّل اور بے صبری کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حضور کا نمونہ ایسے موقع پر ہمارے سامنے ہے۔

لدھیانے کا واقعہ ہے کہ حضرت مصلح موعود کوئی تین برس کے تھے اور آدھی رات کے وقت رونے لگے اور روتے چلے گئے۔ حضور بچے کو گود میں لیئے اُسے بہلاتے رہے اور بچہ ہے کہ چُپ ہونے میں نہیں آتا۔ بچے کی توجہ کو پھیرنے کے لیئے حضور نے فرمایا :-

"دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے ۔"

بچہ ذرا چُپ ہوا اور پھر رونے اور چلّانے لگا اور یہ کہنا شروع کیا کہ :-

"ابا تارے جانا ۔"

اور حضور اپنے آپ سے فرما رہے تھے :-

"یہ اچھا ہوا ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی اس نے

اس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکال لی۔"

آخر بچہ تھک کر خاموش ہو گیا لیکن اس تمام عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی اور شکایت کا حضور کے مُنہ سے نہیں نکلا۔

حضور بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف تھے کسی استاد کے متعلق یہ شکایت پہنچی کہ وہ بچوں کو مارتا ہے تو حضور اُس پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جو استاد بچوں کو مار کر تعلیم دینا چاہتا ہے یہ دراصل اس کی اپنی نالائقی ہوتی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ دانا اور عقلمند استاد جو کام حکمت سے لے لیتا ہے وہ کام نالائق اور جاہل استاد مارنے سے لینا چاہتا ہے۔

ایک دفعہ ایک استاد نے ایک بچے کو کچھ سزا دی تو حضور نے سختی سے فرمایا کہ اگر پھر ایسا ہوا تو ہم اس استاد کو مدرسہ سے الگ کر دیں گے حالانکہ وہ استاد بڑا مخلص تھا اور حضور کو بھی اُس سے محبت تھی۔

حضور فرماتے تھے کہ استاد عموماً اپنے غصہ کے اظہار کے لیئے مارتے ہیں۔ اور فرماتے کہ جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لیئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے یہ خواہش فضول اور معصیت ہے اور باقیاتِ صالحات کی بجائے باقیاتِ سیئات کا نام ایسی اولاد کے لیئے جائز ہوگا۔ اور نیز حضور نے فرمایا ہے کہ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے۔ اور اپنی زندگی کو متقیانہ بناوے۔ تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات الصالحات کا مصداق کہیں لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لیئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑی نامور اور مشہور ہو اس

قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)۔

فرمایا۔ مجھے اپنی اولاد کے متعلق کبھی خواہش نہیں ہوئی کہ وہ بڑے بڑے دُنیا دار بنیں اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر مامور ہوں۔ نیز فرمایا جو اولاد معصیت اور فسق کی زندگی بسر کرنے والی ہو تو اس کی نسبت شیخ سعدی کا یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے ؎

پیش از پدر مُردہ بہ ناخلف

فرمایا "قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے :-

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔

یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے۔ اور یہ تب میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اور آگے کھول کر کہہ دیا۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ اُن کا امام بھی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دُعا ہے۔"

فرمایا :-

"بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اولاد کے لیئے کوئی مال چھوڑنا چاہیئے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ مال چھوڑنے کا تو ان کو خیال آتا ہے مگر یہ خیال اُن کو نہیں آتا کہ اولاد صالح ہو اور طالح نہ ہو۔"

فرمایا :-

"بعض اوقات ایسے لوگ اولاد کے لیئے مال جمع کرتے ہیں اور اولاد کی صلاحیت کی فکر اور پروا

نہیں کرتے وہ اپنی زندگی میں اولاد کے ہاتھ
سے نالاں ہوتے ہیں اور اس کی بداطواریوں سے
مشکلات میں پڑجاتے ہیں اور وہ مال جو
انہوں نے خدا جانے کن کن حیلوں اور طریقوں
سے جمع کیا تھا آخر بدکاری اور شراب خوری میں
صرف ہوتا ہے اور وہ اولاد ایسے ماں باپ
کے لیئے شرارت اور بدمعاشی کی وارث ہوتی
ہے۔"

فرمایا:۔

"اولاد کا ابتلاء بھی بہت بڑا ابتلاء ہے۔
اگر اولاد صالح ہو تو پھر کس بات کی پروا ہوسکتی
ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى
الصَّالِحِينَ یعنی اللہ تعالیٰ آپ صالحین
کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اگر اولاد بدبخت
ہے تو خواہ لاکھوں روپیہ اس کے لیئے چھوڑ
جاؤ وہ بدکاریوں میں تباہ کرکے پھر قلاّش
ہوجائے گی اور ان مصائب اور مشکلات میں
پڑے گی جو اس کے لیئے لازمی ہیں۔"

فرمایا:۔

"حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے "میں بچہ
تھا جوان ہوا۔ اب بوڑھا ہوگیا میں نے
متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اُسے
رزق کی مار ہو اور نہ اُس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے
دیکھا۔" اللہ تعالیٰ تو کئی پُشت تک رعایت
کرتا ہے۔

پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لیئے
ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہوجاؤ اور
اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لیئے سعی اور
دُعا کرو جس قدر کوشش تم اس کے لیئے مال جمع
کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔"

حضور نے ۱۹۰۵ء میں ہائی سکول قادیان جاری فرمایا اور فرمایا:۔

"ہماری غرض مدرسے کے اجراء سے محض یہ ہے
کہ دین کو دُنیا پر مقدّم کیا جاوے۔ مروّجہ تعلیم
کو اس لیئے ساتھ رکھا ہے کہ یہ علوم خادمِ دین
ہوں۔ ہماری غرض یہ نہیں کہ ایف۔ اے یا
بی۔ اے پاس کرکے دُنیا کی تلاش میں مارے
مارے پھریں ہمارے پیشِ نظر تو یہ امر ہے کہ
ایسے لوگ خدمتِ دین کے لیئے زندگی بسر کریں۔
اور اسی لیئے مدرسے کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید
دینی خدمت کے لیئے کام آسکے۔" (الحکم ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۵ء)

اسی رعایت سے حضور نے مدرسے کا نام تعلیم الاسلام رکھا۔
تاکہ یہ نصب العین ہمیشہ اساتذہ اور طلباء کے سامنے رہے۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات پر فرمایا:۔

"ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ
کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور
ہمارا اس میں کوئی تعلق نہیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ
کا مال ہیں جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے
اُن کو غم نہیں ہوا کرتا۔" (الحکم ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۷ء)

نیز اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ کہ جب متقی
کو خدا کی معیت حاصل ہے تو پھر اُسے کس بات کا غم و اندوہ
ہوسکتا ہے۔ فرمایا:۔

"اولاد کو مہمان سمجھنا چاہیئے۔ اُس کی خاطر داری
کرنی چاہیئے۔ اس کی دلجوئی کرنی چاہیئے مگر خدا تعالیٰ
پر کسی کو مقدّم نہیں کرنا چاہیئے۔ اولاد کیا بنا سکتی

ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا ضروری ہے۔"

رشتہ داروں میں باہمی محبت اور سلوک کے متعلق ایک روایت بڑی رقت انگیز ہے۔ ایک شخص حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ غریب آدمی تھا اور اس کا بیٹا تحصیلدار تھا۔ بیٹا بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ باپ نے حضور سے عرض کیا کہ میں تنگ حال رہتا ہوں اور میرا بیٹا میری خبر گیری نہیں کرتا۔ حضور نے اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی :-

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔

فرمایا کہ اگر باپ قابلِ امداد ہو تو اور نہیں تو بیٹا اس کی امداد اُسے مسکین سمجھ کر ہی کر دے۔ اسی طرح اگر بیٹا قابلِ امداد ہو تو باپ اُسے یتیم سمجھ کر ہی اُس کی مدد کرے۔ شوہر اگر بیوی سے نیک سلوک نہیں کرتا تو بیوی اسیر کے حکم میں داخل ہے اُسے اسیر سمجھ کر ہی اُس کی مدد کرے۔ حضور کی اس تقریر کا اُس تحصیلدار پر ایسا اثر ہوا کہ حضور کے سامنے اس نے عہد کیا کہ وہ اپنی تنخواہ آئندہ اپنے باپ کے ہاتھ میں دے دیا کرے گا اس میں سے باپ جس قدر چاہے اُس کے خرچ کے لئے دے۔ اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شخص اپنے عہد کے مطابق عمل کرتا رہا۔

اس سے ظاہر ہے کہ ؎

گوشت زدہ اثرے بدہ

اور نصیحت اکثر کارگر ہوتی ہے۔ یہ روایت کئی لحاظ سے بہت سبق آموز اور قابلِ توجہ ہے۔

اپنی وفات سے دس روز پیشتر ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو جو نصیحت حضور نے فرمائی وہ ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے فرمایا :-

"حدیث ہے کہ علم کا طلب کرنا ہر (.....) مرد اور عورت پر فرض ہے۔ میں پہلے مردوں کا ذکر کرتا ہوں کہ قبل اس کے جو (دین) کی حقیقت معلوم ہو اور اس کی خوبیاں معلوم ہوں پہلے ان علوم (دنیاوی علوم) کی طرف مشغول ہو جانا سخت خطرناک ہے۔ چھوٹے بچوں کو جب دین سے بالکل آگاہ نہ کیا جائے اور صرف مدرسے کی تعلیم دی جائے تو ایسی باتیں اُن کے بدن میں شیرِ مادر کی طرح رچ جائیں گی۔ پھر سوائے اس کے اَور کیا ہے کہ وہ (دینِ حق) سے پھر جائیں عیسائی تو بہت کم ہوں کیونکہ تثلیث و کفارہ اور ایک انسان کو خدا ماننے کا عقیدہ ہی کچھ ایسا لغو ہے کہ اسے کوئی عقیل و فہیم قبول نہیں کر سکتا البتہ دہریہ ہو جائے گا۔ بہت خطرہ ہے۔ پس ضرورت ہے کہ پہلے روز ساتھ ساتھ روحانی فلسفہ پڑھایا جائے۔ جب آجکل کی تعلیم نے مردوں پر مذہب کے لحاظ سے اچھا اثر نہیں کیا تو پھر عورتوں پر کیا توقع ہے۔ ہم تعلیم نسواں کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ہم نے تو ایک سکول بھی کھول رکھا ہے۔ مگر یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے دین کا قلعہ محفوظ کیا جائے تا بیرونی باطل تاثرات سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سواء السبیل، توبہ، تقویٰ و طہارت کی توفیق دے۔" (بدر ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء)

تقریر کو ختم کرنے سے پیشتر خاکسار یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ مندرجہ بالا حوالے کی روشنی میں قرآنی فلسفہ اور دین سے آگاہی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتب میں بدرجہ کمال درج

ہے اور چاہیئے کہ سکول اور کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضور کی کتابوں کا مطالعہ جاری رکھا جائے اور والدین اس کی کڑی نگرانی رکھیں کہ ان کا بچہ علاوہ اپنے مقررہ تعلیمی نصاب کے روز بروز حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کسی کتاب کا مطالعہ بھی کرتا رہے۔ ان کتابوں میں علم و حکمت کے دریا بہتے ہیں۔ اور ان کا مطالعہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا جلوہ گاہ ہے۔

خاکسار کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جن طالب علموں نے اپنے سکول اور کالج کی تعلیم کے زمانے میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ بھی کیا وہ دُنیوی لحاظ سے بھی اعلیٰ مدارج پر پہنچے۔ اور دینی لحاظ سے مغربی فلسفوں کی زد سے اور الحاد، اشتراکیت اور دہریت کے اثرات سے محفوظ رہے اور اُن کی زندگی نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ بنی۔

اے کہ خواندی حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

تبصرہ

نام کتاب:

MASTER KEY TO ENGLISH GRAMMAR AND TRANSLATION

مصنف:

مکرم راجہ نصر اللہ خان ایم اے۔ بی ایڈ

ناشر: راجہ پبلیکیشنز ۱۰۶۔ اسٹیڈیم روڈ۔ سرگودھا

یہ کتاب سکول اور کالج کے ان طلبہ اور دیگر حضرات کے لیئے ایک مفید اور قابل قدر تصنیف ہے جو انگریزی گرامر اور ٹرانسلیشن کے قواعد سے متعلق مختلف مسائل اور مشکلات سے دوچار ہونے کے باعث کسی بہتر اور کامیاب حل کے متمنی اور متلاشی ہیں۔

فاضل مصنف خود انگلستان میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک کہنہ مشق اور کامیاب استاد کی حیثیت سے ۱۸ سال تک مختلف علمی مدارس میں انگریزی پڑھاتے رہے ہیں۔ اس لیئے یہ کتاب ان کے لمبے عملی تجربہ کا نچوڑ ہے۔ اس کی ایک اہم خصوصیت اختصار کے باوجود جامعیت ہے۔ کتاب کی گٹ اپ، طباعت اور کاغذ بہت عمدہ ہے قیمت بھی بہت معقول اور مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع الناس بنائے۔ انگریزی کے ہاتھوں پریشان ہونے والوں کے لیئے حلِ مشکلات کا باعث ہو۔　(م۔ا۔ بشیر)

ایک تقریر

قربان تست جانِ من اے یارِ محسنم

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کی محبتِ الٰہی

حافظ راشد جاوید

ہر اک عاشق نے ہے اک بُت بنایا
ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا
وہی آرام جاں اور دل کو بھایا
وہی جسکو کہیں ربّ البرایا

صدر ذی احتشام و سامعین کرام!

ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت کرنے والے پیدا ہوتے رہے ہیں اور تا قیامت پیدا ہوتے رہیں گے۔ لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ کامل نے عشقِ الٰہی کی داستاں میں جس نئے باب کا اضافہ کیا وہ رہتی دنیا تک آبِ زر سے لکھا جاتا رہے گا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ساری زندگی آپ کا بچپن آپ کی جوانی آپ کا بڑھاپا محبتِ الٰہی سے مخمور نظر آتا ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر حرکت خدا کی رضا کی خاطر اور اپنے معشوق و مسجود کی خوشنودی کی خاطر تھی۔ حضور نے جس مشن کو دنیا میں قائم فرمایا وہ بذاتِ خود محبت الٰہی کا تابندہ اور درخشندہ ثبوت ہے اور قیامِ توحید کی خاطر سلسلہ احمدیہ کے ہر فرد کی کوشش اور اسی کی راہ میں بہنے والے احمدی خون کا ہر قطرہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی محبت الٰہی پر مہر تصدیق ثبت کرتا رہے گا۔

سامعین کرام! محبت الٰہی حضور کا اوڑھنا بچھونا تھی اور آپ کی روح کی غذا تھی۔ آپ نے اسی محبت الٰہی میں تو ڈوب کر فرمایا۔

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

وہی جس کا قول تھا کہ "میری نوکری کی فکر نہ کی جائے میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں" وہ جس کے بارے میں اس کے والد محترم کا قول تھا کہ وہ مسیتڑ ہے۔

سامعین کرام! محبت الٰہی کے بعض تقاضے ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ عاشق اپنے معشوق پر کامل اعتماد کرے۔ یہی عشق جب بندے اور خدا کے درمیان ہو تو اسی کو توکل کہتے ہیں اور جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا عشق الٰہی اپنے عروج کو پہنچتا ہے تو توکل کے اس پیکر میں ڈھل جاتا ہے جو دشمنوں کو کبھی تو یوں للکارتا ہے ؎

سر سے لیکر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بد خواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

اور کبھی اس طرح مخاطب ہوتا ہے ؎

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

اور اپنے محبوب کے بارے میں غیرت کا یہ حال ہے کہ اپنے ایک مرید کی صدمہ رسیدہ بیوی کو اپنے دلبر کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر اُسی وقت گھر سے نکل جانے کا حکم دیتے ہیں۔ اور شفا دینے کا دعویٰ کرنے والے ڈاکٹر سے باوجود شدید بیماری کے علاج کروانے سے انکار کر دیتے ہیں۔

حضرات! لوگ مال و متاع کو ہی اپنی زندگی کا مقصد اور اولاد کو ہی اپنی زندگی کا مقصود و منتہا گردانتے ہیں۔ مگر میرے آقا کی طرف دیکھئے کہ آپ کا پیارا بیٹا ہاں ہاں آپ کے جگر کا ٹکڑا جب آپ سے جدا ہوتا ہے تو نہایت درد سے فرماتے ہیں۔

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر

مگر جب اولاد کی محبت اور خدا کی محبت باہم ٹکراتی ہے تو بے اختیار پکار اُٹھتے ہیں۔ ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اور میرے آقا کو اپنے محبوب سے ملنے کا اسقدر شوق ہے کہ جب دربارِ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں تو دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتے ہیں اور جب نماز پڑھتے ہیں تو اپنے تن من دھن کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو کسی مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں جانا پڑا ابھی مقدمہ کی سماعت میں کچھ دیر تھی اور نماز کا وقت آگیا آپ نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اسی اثنا میں عدالت سے طلبی کی آوازیں آنے لگیں۔ مگر آپ نماز پڑھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے آکر یہ اطلاع دی کہ مقدمہ کا فیصلہ آپ کے حق میں ہو گیا ہے۔

اللہ اللہ کیا عشق تھا میرے آقا کو اپنے محبوب احکم الحاکمین سے کہ جب نماز پڑھتے تو دنیا کی کسی عدالت کی پرواہ نہیں ہوتی اور جب عدالت سے آوازیں آتی ہیں تو آپ اپنی زبانِ عمل سے یہی کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے دنیا کی کسی عدالت کی ضرورت نہیں میرا فیصلہ تو آسمانی عدالت سے صادر ہونے والا ہے۔

آپ کے دل میں محبتِ الٰہی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تو موجود ہی تھا۔ مگر آپ نے اسے لوگوں کے دلوں میں جاری کیا اور آپ نے محبتِ الٰہی کے حصول کے ذرائع بتلائے آپ نے جس سلسلہ کی بنیاد رکھی اس میں داخل ہونے کی شرائط میں سے پہلی شرط یہ رکھی کہ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔ پھر تیسری شرط میں فرمایا "اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا" ایک اور جگہ آپ عشقِ الٰہی کی شراب طہور میں مخمور ہو کر اپنے معشوق سے یوں ہمکلام ہوتے ہیں "میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسے کہ ایک شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے اُچھلتا ہے۔" اور فرماتے ہیں "دیکھ میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ ایک پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔"

الغرض یہ کہ حضور کا کلام خواہ نظم ہو یا نثر اُس یار لامکانی اور دلبر نہانی میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے ہاں ہاں عشقِ الٰہی کے تمام تقاضے اگر بطریقِ احسن پورے ہوتے نظر آتے ہیں

تو بے مثال آقا کے بعد بے مثال غلام کی ذات میں ہی پورے ہوتے نظر آتے ہیں۔

وہ فانی فی اللہ اور عشق الٰہی کے سمندر کا غوطہ زن خدا کی محبت سے غافل لوگوں کو کس درد سے مخاطب فرماتا ہے۔

کیا ہی بدقسمت ہے وہ انسان جسکو یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اسکو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں۔ کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لیے لوگوں کے کان کھلیں۔ پس اے فانی عشق و وفا کی داستانوں پر فریفتہ ہونے والو! ان قصوں کو بھول جاؤ اور عشق و محبت کی داستان کے وہ راگ گاؤ جس کی سُریں میرے آقا نے الاپیں کیونکہ یہی عشق و وفا کی داستانیں یقیناً یقیناً لازوال اور ابدی ہیں یہ قیامت تک زندہ رہنے والی داستانیں ہیں آؤ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ ہم زبان ہو کر یہ گیت گاؤ ؎

قربان تست جان من اے یار محسنم

مجمع العلوم

مرتبہ: فضیل عیاض احمد

سوال نمبر۳۔ شہر دیہات کی نسبت زیادہ گرم کیوں ہوتے ہیں؟

جواب۔ کبھی کبھار آپ نے ریڈیو پر سنا ہوگا کہ محکمہ موسمیات کا نمائندہ کہتا ہے کہ لاہور میں درجہ حرارت F ۵۰ ہوگا جبکہ ملحقہ علاقوں میں نسبتاً کم ہوگا۔ آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

شہر عموماً اپنے اردگرد کے دیہات کی نسبت زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ زائد گرمی کا اکثر حصہ شہر میں پائے جانے والے صنعتی مراکز، بھٹیوں، گرم پانی کے ذخائر، ٹرک اور دوسری موٹر کاروں کے انجنوں کی بدولت پیدا ہوتا ہے جبکہ دیہات اس قسم کی اشیائے سے پاک ہوتے ہیں۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ شہر کی تعمیرات کا بڑا حصہ پختہ عمارتوں پر مشتمل ہوتا ہے جو عموماً کنکریٹ کی بنی ہوئی ہوتی ہیں اور سورج کی گرمی کا اکثر حصہ جذب کر لیتی ہیں جبکہ دیہات میں درختوں کی کثرت اور مٹی کی وجہ سے ایسا نہیں ہوتا۔ اور پھر جونہی سورج ڈھلتا ہے یہ عمارتیں ایک ریڈی ایٹر کی طرح شہر کو گرم رکھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ دیہات میں ایسا نہیں ہوتا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہوا کی آمد و رفت چھوٹے اور نسبتاً کم بلند مکانوں میں ہوتی ہے اور ان کی گرمی کو کم کر دیتی ہے جبکہ بلند و بالا عمارتوں میں ہوا کی آمد و رفت کم ہو جاتی ہے اور وہ ہوا کو روک لیتی ہیں اس لئے شہر دیہات کی نسبتاً زیادہ گرم ہوتے ہیں۔

سوال نمبر۴۔ "CONTACT LENSE" کیا ہیں؟

جواب۔ اگر آپ آنکھ کا مشاہدہ کریں تو ہر فرد کو اپنی آنکھ کے وسط میں ایک سیاہ دھبہ نظر آئیگا جو درحقیقت ایک گول کھڑکی کی مانند ہے۔ جس سے روشنی گزر کر آپ کی آنکھ کو دیکھنے میں مدد دیتی ہے۔ اس کھڑکی میں ایک چھوٹا سا پردہ ہے جو شیشے کی طرح صاف و شفاف ہے۔ اس پردے کو آنکھ کا عدسہ (LENS) کہتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی آنکھوں کے عدسے بالکل صحیح اور درست ہوتے ہیں بالکل صحیح کام کرتے ہیں جبکہ بعض افراد اس سے ٹھیک طور پر نہیں دیکھ پاتے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے عدسۂ چشم مدد چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ عینک نہیں لیتے۔ اکثر عینکوں کے عدسے شیشے کے بنے ہوتے ہیں اس لئے بسا اوقات عینک کو "GLASSES" بھی کہہ دیتے ہیں جبکہ بعض اوقات یہ عدسے پلاسٹک سے تیار کئے جاتے ہیں۔ پلاسٹک سے تیار شدہ عدسے بہت چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور اتنے چھوٹے بھی تیار کئے جاتے ہیں کہ ان کو آنکھ سے باہر عینک کے فریم کی حاجت نہیں ہوتی۔ ان کو عین قرنیۂ چشم پر آنکھ کے اندر لگایا جا سکتا ہے اور یہ اس سے مل کر آنکھ کا ہی حصہ بن جاتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے عدسوں کو "CONTACT LENSE" کہتے ہیں۔

سوال نمبر۵۔ WHITE HOUSE۔ وائٹ ہاؤس کو یہ نام کیوں دیا گیا ہے؟

جواب۔ ۱۸۱۲ء کی جنگ میں جب برطانوی سپاہ نے واشنگٹن پر حملہ کیا تو ایوانِ صدر کو جلا دیا۔ ان ایام

میں امریکہ کی اقتصادی حالت بہت خراب تھی اور اس کے بجٹ میں صدر امریکہ کے لئے ایک نیا گھر بنانے کی گنجائش نہ تھی۔ چنانچہ جلے ہوئے ایوانِ صدر ہی کو دوبارہ تعمیر کیا گیا اور رنگسازوں نے دھوئیں کے داغوں کو چھپانے کیلئے ان پر سفید رنگ کی ایک تہہ چڑھا دی۔ لوگوں نے اسکو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اسکو (WHITE HOUSE) کا نام دیدیا۔ چنانچہ اس روز سے آج تک صدر امریکہ کی رہائش گاہ اسی نام سے موسوم ہے۔

سوال نمبر ۶۔ "ECOLOGY" کیا ہے؟

جواب۔ جب کبھی آپ کوئی ایسا لفظ دیکھتے ہیں جو OLOGY پر ختم ہوتا ہے تو آپ یقیناً سمجھ جاتے ہیں کہ یہ علوم کی کوئی شاخ ہے۔ بائیالوجی (علم الحیاتیات) سائنس کی وہ شاخ ہے جو پودوں اور جانوروں کے مطالعے سے متعلق ہے۔ ECOLOGY بھی بائیالوجی ہی کی ایک شاخ ہے لیکن ایک ECOLOGIST جاندار اشیاء کا بعض مخصوص زاویوں سے مطالعہ کرتا ہے وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ پودے اور جانور اکٹھے کسطرح دنیا میں نمو پاتے ہیں اور بسا اوقات ایسا کیوں نہیں ہوتا ایک ECOLOGIST دراصل ایک فطرت شناس ہے جو ہمیشہ کھوئی ہوئی کڑیوں کی جستجو کرتا رہتا ہے کہ ایک جانور کو کس قسم کی خوراک کی ضرورت ہے۔ اور جب اسکی خوراک کی ترسیل منقطع ہو جائے تو پھر کیا ہوتا ہے۔ جانور اپنے آپ کو دشمنوں سے کس طرح بچاتے ہیں؟ کیا انہیں کسی خاص قسم کی آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور سب سے اہم تو یہ کہ جب ان کے اردگرد (ماحول) میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟

اکثر و بیشتر تو ایکالوجی کے ماہرین کو کسی مسئلہ کا علم اس وقت ہوتا ہے جب وہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن بسا اوقات وہ پہلے سے ہی اندازہ لگا لیتے ہیں اور بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ سائبیریا میں ایک ڈیم کی تعمیر کا مسئلہ درپیش تھا تو ایکالوجی کے ماہرین نے بتایا کہ اسکی تعمیر سے ایک خاص قسم کے درختوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے چنانچہ ان کے مشورے پر عمل کیا گیا اور ڈیم کہیں دور تعمیر کر لیا گیا اور جنگل کو بچا لیا گیا۔

ماخوذ کتاب STILL MORE ANSWERS سے

گاڑیاں تیار کرنے والے بڑے بڑے ممالک

کار اور ٹرک پروڈکشن ۱۹۸۴ء (ملین میں)

ملک	پروڈکشن
جاپان	۱۱٫۴۷
امریکہ	۱۰٫۹۲
جرمنی	۴٫۰۱
فرانس	۳٫۰۶
روس	۲٫۲۰
کینیڈا	۱٫۸۶
اٹلی	۱٫۵۹
سپین	۱٫۲۷
برطانیہ	۱٫۱۴

جو تم سے کوئی خواہش تھی تو بس اتنی ہی خواہش تھی
تمہارا رنگ چڑھ جاتا تمہاری مجھ میں بُو ہوتی

پرندے

پانچواں مضمون

PARTRIDGE

ملک محمود احمد صاحب ناصر - ربوہ

تیتر کی دو۲ اقسام ہیں یعنی بھورا تیتر اور کالا تیتر۔

بھورا تیتر

بھورا تیتر عام طور پر گھنے جنگل کے ماحول کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے یہ پرندہ میدانوں میں ہوتا ہے جہاں پہ کاشت شدہ کھیتوں کے نزدیک چھوٹی موٹی جھاڑیاں یا ریت اور مٹی کے ٹیلے ہوں۔ بھورا تیتر عام طور پہ درختوں پر بیٹھتا ہے۔ شکار کے موقع پر اڑانے پر تیتر گروہ میں ہونے کے باوجود اکٹھے نہیں اُڑتے بلکہ ایک ایک یا دو۲ دو۲ علیحدہ اُڑ کر نزدیک ہی چھپ جاتے ہیں۔ نر تیتر آپس میں بہت لڑتے ہیں اور اسی لئے پالتو تیتر کے ذریعہ ایک جگہ آسانی سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جہاں ان کو جال کے ذریعے یا بندوق سے بآسانی شکار کیا جا سکتا ہے۔ ان کی آواز "پٹیلو پٹیلو" کی طرح نکلتی ہے۔

نسل کشی کا موسم فروری تا جون ہوتا ہے۔ گھونسلہ کسی پتھر کی آڑ یا جھاڑی میں ہوتا ہے۔ مادہ ایک جھول میں چھ۶ تا نو۹ انڈے دیتی ہے۔ بھورے تیتر کا گوشت بہت عمدہ شکار تصور ہوتا ہے اگرچہ بہت سے لوگ اس کو اس کی آواز کی وجہ سے پالتے ہیں۔

کالا تیتر

کالا تیتر بھی بہترین شکار تصور کیا جاتا ہے۔ یہ پرندہ نہری اور دریائی علاقہ میں کثرت سے ملتا تھا۔ لیکن اب شکار ہوتے ہوتے ان کی محدود تعداد رہ گئی ہے۔ کالے تیتر اکثر فصلوں یا جھاڑی دار کھیتوں میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ گروہ میں کئی پرندے ہوتے ہیں لیکن کبھی اکٹھے نہیں اُٹھتے بلکہ دو۲ دو۲ یا تین تین کی تعداد میں اُٹھتے ہیں۔ کھیتوں میں ان کی موجودگی کا احساس ان کی مخصوص آواز سے ہوتا ہے۔ اس کی آواز کو بعض لوگ "سبحان تیری قدرت" سے بھی تشبیہہ دیتے ہیں۔ بولتے وقت تیتر کسی ٹیلے، دیمک کے گھروندے یا گرے پڑے درخت پر چڑھ کر آواز نکالتا ہے۔

کالا تیتر گرے پڑے اناج و بیج وغیرہ کھاتا ہے۔ اس کے علاوہ گھاس کی سبز کونپل، کیڑے مکوڑے اور دیمک بھی شوق سے کھاتا ہے۔ کالے تیتر کی نسل کشی کا موسم اپریل تا اکتوبر ہوتا ہے۔ لیکن ان کی اکثریت جون میں انڈے دیتی ہے۔ مادہ ایک جھول میں چار تا دس انڈے دیتی ہے لیکن اکثر ان کی تعداد چھ تا آٹھ ہوتی ہے۔

نگہداشت

تیتر بھورا ہو یا کالا دونوں کو بانس کی تیلیوں کے بنے ہوئے پنجرے میں رکھا جاتا ہے۔ پنجرے میں ان کے لئے دانے اور پانی کا انتظام ہوتا ہے۔ پنجرے میں رکھے ہوئے تیتر کو شدید سردی اور گرمی سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے سردیوں میں ان کے پنجرہ پر کپڑے کا غلاف بھی چڑھا دیتے ہیں اور گرمیوں میں پنجرہ کو ٹھنڈی جگہ پر رکھتے ہیں۔ اگر تیتروں کا جوڑا رکھنا ہو تو اکثر اوقات نر و مادہ دونوں کو ایک ہی ایسے پنجرہ میں رکھتے ہیں جس کے الگ الگ دو خانے ہوں۔ ایسے تیتروں کو باہر نکال کر چگاتے وقت دونوں تیتروں میں سے ہر ایک کو باری باری باہر نکالا جاتا ہے اور اس کا پیٹ بھرنے پر اُس کو بند کر کے دوسرے تیتر کو باہر نکالا جاتا ہے۔

شوقین لوگ تیتر کو لڑائی کے لئے بھی پرورش کرتے ہیں۔ لڑنے والے تیتر کی دیکھ بھال اور تربیت بڑی محنت سے کی جاتی ہے۔ ان کو طرح طرح کی ادویات اور مقویات دی جاتی ہیں اور اکثر اوقات ان کو نشے کی عادت بھی ڈال دی جاتی ہے۔ ان کی لڑائی پر شوقین لوگ بڑی بڑی شرطیں بھی بدتے ہیں۔

خوراک کے لئے تیتر کو باجرہ، کنگنی، سوانک اور چینا وغیرہ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کو سبزی اور گھاس بھی دی جاتی ہے۔ ایسے مقامات پر جہاں دیمک عام ہو وہاں اس کو دیمک بھی کھانے کو دیتے ہیں۔ اگر تیتر سدھایا ہوا ہو تو اُسے دیمک والی جگہ پر چھوڑ دیتے ہیں ورنہ دیمک والی مٹی اٹھا کر اس کے پنجرہ میں رکھ دیتے ہیں۔ دیمک کھلانے کے بعد کافی دیر تک تیتر کو پانی نہیں پلانا چاہیئے ورنہ یہ بیمار ہو سکتا ہے۔ گھاس میں چھوڑنے پر تیتر دوسرے کیڑے مکوڑے بھی کھا جاتا ہے۔

دوسرے پالتو پرندوں کی طرح تیتر بھی مختلف امراض مثلاً رانی کھیت اور چیچک وغیرہ کا شکار ہو سکتا ہے اس لئے ان امراض سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کو حفاظتی ٹیکے لگوا لینے چاہئیں۔ اس کے علاوہ ان پرندوں کو اندرونی اور بیرونی طفیلی بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ بیرونی طفیلیوں کو مارنے کے لئے نیگووان وغیرہ کو پاؤڈر میں ملا کر اس کے پروں میں لگانا چاہیئے۔ اسی دوا کو ایک مرتبہ لگانے سے ہی جوئیں ختم ہو جاتی ہیں۔ البتہ اگر ضروری سمجھیں تو تین چار ہفتہ بعد یہ عمل دھرالیں۔ اندرونی طفیلیوں سے حفاظت کے لئے ان کو ایک گرین فی پرندہ کے حساب سے پیپرازین دی جاسکتی ہے۔ یہ دوا آٹے میں ملا کر گولی بنا کر دیں تو تیتر اس کو کھا لیتے ہیں ؛

"کیا تو دیکھتا نہیں کہ اللہ وہ ہے کہ جو آسمانوں اور زمین میں رہتے ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور پرندے صف باندھے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی پیدائش کے مطابق اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے۔"

(سورۃ النور آیت ۴۲)

مکرم محمود احمد اشرف صاحب

آواز کا سفر

یہ کائنات اتنی بڑی اور اس قدر متحرک ہونے کے باوجود خاموش ہے۔ ہمیں جو آوازیں عام طور پر سنائی دیتی ہیں ان میں سے اکثر کا ذریعہ خود انسان اور اس کی اختراعات ہیں۔ ورنہ بالعموم یہ کائنات خاموشی سے عبارت ہے۔ لیکن پھر بھی ہم انسانوں کی دنیا میں آواز کی بڑی اہمیت ہے۔ اگرچہ بے ہنگم آوازیں ہمیں بری لگتی ہیں مگر بہت سی میٹھی آوازیں ایسی بھی ہیں جن کے لئے ہمارے کان ترستے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم سہانے تصورات میں کھو جائیں ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ یعنی یہ کہ سائنسی نقطۂ نظر سے آواز کیا ہے؟

آواز کسی جسم کے ارتعاش سے پیدا ہوتی ہے۔ کسی ایسے جسم پر جس سے آواز نکل رہی ہو ہاتھ رکھیئے تو آپ اسے مرتعش پائیں گے۔ ارتعاش کے ذریعے آواز کا پیدا ہونا ایک ایسا ہی عمل ہے جس طرح کسی واٹر پمپ کا پسٹن (PISTON) آگے پیچھے حرکت کرتا ہے اور نتیجۃً پانی کو آگے کی طرف دھکیلتا ہے۔ ایک مرتعش جسم بھی اسی طرح ہوا میں (جو ایک مادی واسطہ ہے) لہریں پیدا کرتا ہے۔ اور یہی لہریں جب ہمارے کان تک پہنچتی ہیں تو ہم انہیں محسوس کرتے ہیں یا عرف عام میں سنتے ہیں۔ گویا آواز کے ساتھ تین چیزیں یعنی ایک مرتعش جسم۔ مادی واسطہ اور ریسیور ناگزیر ہیں۔ آواز کی لہر جیسے جیسے آگے بڑھتی ہے پھیلتی جاتی ہے۔ چنانچہ اکائی رقبہ پر اس کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اگر ہم دور ہوں تو آواز کم سنائی دیتی ہے۔

آواز کی FREQUENCY یا تعدد کا یونٹ HERTZ ہے۔ انسانی کان ۲۰ سے ۲۰،۰۰۰ HERTZ تک کی آواز سن سکتے ہیں۔ مضمون کے شروع میں کہا گیا ہے کہ یہ کائنات بالعموم خاموش ہے۔ یہاں مراد یہی ہے کہ انسانی کان کی نسبت سے خاموش ہے۔ ورنہ بہت سی ایسی آوازیں ہیں جن کو ہماری محدود قوت سماعت سن نہیں سکتی۔ یہ بھی ایک نعمت ہے۔ ورنہ نہ جانے ہمیں کیسی کیسی آوازیں سننا پڑتیں۔

آواز کی رفتار روشنی کی رفتار کے بالمقابل بے حد محدود ہوتی ہے۔ اور اس کی رفتار کا انحصار مادی واسطہ کی کثافت اور اس کے درجہ حرارت پر ہوتا ہے۔ خشک ہوا میں صفر ڈگری سنٹی گریڈ درجہ حرارت پر آواز کی رفتار ۳۳۲ میٹر فی سیکنڈ ہے۔ اگر درجہ حرارت کو ۱۰ ڈگری سنٹی گریڈ تک بڑھا دیا جائے تو آواز کی رفتار میں ۶ میٹر فی سیکنڈ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ مادی واسطے کی کثافت جیسے جیسے بڑھتی ہے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً ہوا کے بالمقابل کسی مائع میں آواز نسبتاً تیزی سے سفر کرتی ہے۔ مثلاً پانی میں آواز کی رفتار ۱۵۰۰ میٹر فی سیکنڈ ہے۔
ٹھوس اجسام مثلاً لکڑی اور لوہے وغیرہ میں آواز کی رفتار تیز ترین ہوتی ہے۔ لوہے میں یہ رفتار تقریباً ۵،۰۰۰ میٹر

فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ ٹھوس اجسام میں آواز کی رفتار تیز ترین ہونے کی وجہ ہی ہے کہ پُرانے زمانے میں بعض لوگ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں زمین سے کان لگا کر سُن لیتے تھے جبکہ گھوڑے اتنی دُور ہوتے تھے کہ ہوا کے واسطے سے اُن کی آواز نہیں پہنچ رہی ہوتی تھی۔

وہ آوازیں جن کی FREQUENCY ۲۰،۰۰۰ HERTZ سے زائد ہو الٹرا ساؤنڈز (ULTRASOUNDS) کہلاتی ہیں۔ اور جو ۱۶ HERTZ سے کم ہو وہ انفرا ساؤنڈز (INFRASOUNDS) کہلاتی ہیں۔

بہت سے جانور الٹرا ساؤنڈز پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً ڈالفن مچھلی سمندر میں الٹرا ساؤنڈز پیدا کرتی ہے۔ اور اس کے ذریعے اپنا شکار تلاش کرتی ہے۔ یعنی یہ لہریں جب شکار سے ٹکرا کر لوٹتی ہیں تو مچھلی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس کا شکار کہاں اور کتنی دُور ہے۔ چگادڑ اندھیرے میں تنگ تنگ جگہوں پر بھی بڑی تیزی کے ساتھ اُڑتی پھرتی ہے۔ یہ بھی الٹرا ساؤنڈز کے ذریعے اپنا راستہ تلاش کرتی ہے۔ اسی طرح بہت سے حشرات بھی الٹرا ساؤنڈز پیدا کرتے ہیں۔ چونکہ الٹرا ساؤنڈز بہت زیادہ توانائی کی حامل ہوتی ہیں اس لئے ان کے ذریعے بہت سے مفید کام لئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ذریعے نیورو سرجری (NEUROSURGERY) بھی کی جاتی ہے۔ گُردے میں پتھری بھی الٹرا ساؤنڈز کے ذریعے ریزہ ریزہ کر دی جاتی ہے۔

انفرا ساؤنڈز عام طور پر زلزلے وغیرہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ موٹر گاڑیاں اور بعض دوسرے انجن بھی انفرا ساؤنڈز پیدا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ آوازیں ہم سُن نہیں سکتے لیکن پھر بھی یہ ہمارے جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ مثلاً کار کے لمبے سفر میں سر درد اور بے آرامی کی ایک وجہ انفرا ساؤنڈز ہوتی ہیں۔ مسلسل انفرا ساؤنڈز بُلند و بالا عمارات کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہیں۔

سوچو

یہ روشن دن، یہ بُرجوں والا آسمان، یہ چمکنے والے تارے، یہ موجیں مارنے والا سمندر، یہ جمے ہُوئے پہاڑ، یہ پھیلی ہوئی زمین، یہ بہتے ہُوئے دریا شاہد ہیں کہ یقیناً آسمان میں کوئی خاص قوت ہے اور زمین میں بھی عبرتیں ہیں۔ آخر یہ لوگ کہاں چلے جاتے ہیں کہ پھر وہاں سے واپس نہیں آتے؟ کیا وہ وہاں رہنے پر رضامند ہو گئے؟ یا پھر دُنیا چھوڑ کر سو گئے؟ اے خاندان ایاد تمہارے آباء و اجداد کدھر گئے ہیں؟ ان ظالم فراعنہ کا کیا حشر ہوا؟ کیا مال و دولت میں وہ تم سے بڑھ کر نہ تھے؟ کیا ان کی عمریں تمہاری عمروں سے زیادہ لمبی نہیں ہوتی تھیں؟ زمانہ نے سب کو حوادث کی چکّی میں پیس ڈالا اور ان کی جمعیتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔

(تاریخ ادب عربی صفحہ ۵۳-۵۴)

شعبہ تحریک جدید کا پروگرام برائے ۸۶،۸۷

امسال شعبہ تحریک جدید کے تحت مندرجہ ذیل پروگرام مرتب کیا گیا ہے

دفتر اوّل کے مجاہدین کی تلاش حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق تحریک جدید کے دفتر اوّل کے تمام مجاہدین کے کھاتے بحال کروانا خدام الاحمدیہ کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ دفتر اوّل میں وہ مجاہدین آتے ہیں جو ۱۹۳۴ء سے اکتوبر ۱۹۴۴ء کے درمیان تحریک جدید کے مالی جہاد میں شامل ہوئے۔ اس دفتر کے تحت بعض مجاہدین یا ان کے لواحقین باقاعدگی سے چندہ دے رہے ہیں مگر اکثریت ان افراد کی ہے کہ جن کے کھاتے ان کی وفات کے بعد بند ہو گئے ہیں یا پھر اگر وہ خود زندہ ہیں تو مالی جہاد میں شامل نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں کتاب "پانچ ہزاری مجاہدین" ہر قائد ضلع کو گزشتہ سال ارسال کر دی گئی تھی۔ ایک تو اس سے مدد لیں۔ اور دوسرے ہر مجلس کے ناظم تحریک جدید انفرادی طور پر ہر گھر میں جا کر جائزہ لیں اور مجاہدین کی تلاش اور ان کے کھاتوں کی بحالی کیلئے مساعی کریں۔ اگر ایسے مجاہدین سامنے آتے ہیں کہ جن کے نام کتاب میں درج نہیں ہیں لیکن وہ خود کو دفتر اوّل کا مجاہد کہتے ہیں تو ان کے نام مع پتہ جات مرکز کو ارسال کریں۔ دفتر اوّل کے بند کھاتوں کی بحالی کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل طریقے پر کام کریں۔

۱۔ دفتر اوّل کے وہ مجاہدین جو زندہ ہیں یا پھر وفات پا گئے ہیں اور ان کے کھاتے بند ہیں ان کے کھاتے باقاعدہ طور پر جاری کروائے جائیں۔ اس سلسلے میں ذیل میں ایک فارم کا خاکہ دیا جا رہا ہے۔ آپ اس کے مطابق مرکز کو رپورٹ ارسال کیا کریں تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ کون سے مجاہدین شروع سے ہی مالی جہاد میں باقاعدہ ہیں۔ اور کن مجاہدین کے کھاتے حضور کے ارشاد کے بعد بحال ہوئے ہیں۔

گوشوارہ کھاتہ جات تحریک جدید مجاہدین دفتر اوّل برائے سال ۱۹۸۶-۸۷ء

نمبر شمار (*)	نام مجلس	ادائیگی از طرف	مجاہد سے رشتہ	کھاتہ زندہ کرنے (**) کا سال ۸۳-۸۴-۸۵-۸۶	وعدہ دوران سال	کیفیت (مجاہد کا پتہ یا انکے لواحقین کا پتہ) (***)

(*) نمبر شمار بمطابق کتاب "پانچ ہزاری مجاہدین" ہو (**) کھاتہ اگر حضور کے ارشاد کے بعد جاری کیا گیا ہے تو سال لکھیں اور اگر شروع سے ہی جاری ہے تو اس خانے کو پُر نہ کیا جائے۔

(***) اس خانے میں مجاہدین یا ان کے لواحقین کے پتہ جات لکھیں اور اگر کوئی مجاہد یا ان کے لواحقین آپ کی مجلس سے چلے گئے ہیں اور آپ کو ان کے پتہ جات معلوم ہیں تو وہ لکھیں تاکہ ان کو ٹریس TRACE کیا جائے۔

(۲) دفتر اوّل کے وہ مجاہدین جن کے کھاتے شروع ہی سے بحال ہیں۔ ان کے مکمل کوائف مندرجہ بالا دیئے گئے خاکے کے مطابق مرکز کو ارسال کریں۔

(۳) دفتر اوّل کے وہ مجاہدین جن کے کھاتے ابھی تک نہیں جاری ہوئے وہ خود یا ان کے لواحقین اسی شرح سے چندہ دے سکتے ہیں جہاں سے انہوں نے دینا بند کیا تھا۔

(ب) اس بات کی کوشش کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ خدام کو تحریک جدید کے مالی جہاد میں شامل کیا جائے بڑی مجالس کی اس سلسلے میں سو فیصد شمولیت ہونی چاہیئے لیکن ناظمین تحریک جدید ایک بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ وصولی باقاعدہ ہو اور خدام کی مکمل لسٹ مع وعدہ جات مرکز کو ارسال کی جائے۔ اور اس کے مقابلے پر وصولی کی رپورٹ مرکز کو ہر ماہ باقاعدگی سے ارسال کریں۔

(مہتمم تحریک جدید مرکزیہ)

اخبار مجالس

آگے قدم بڑھائے جا

مرتبہ: شمشاد احمد قمر

اجتماعات

ضلع گوجرانوالہ ۱۱-۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء کو ضلع گوجرانوالہ کا تربیتی اجتماع منعقد ہوا جس میں خدام و اطفال کے علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔

چک سکندر ۱۶-۱۷ دسمبر ۱۹۸۶ء کو مجلس چک سکندر ضلع گجرات نے ایک ضلعی اجتماع کا انعقاد کیا۔ تمام مجالس نے شرکت کی۔ اطفال و خدام کے علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے اور پوزیشن حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم کیے گئے۔

قیادت ضلع فیصل آباد مورخہ ۲۷-۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء کو ضلع فیصل آباد کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ مرکز سلسلہ سے تشریف لائے ہوئے علماء نے تقاریر کیں۔ خدام و اطفال کے مابین علمی مقابلہ جات کروائے گئے۔ نماز تہجد ادا کی گئی۔ ضلع بھر سے ۳۸ مجالس کے ۳۶۵ خدام اور ۲۳۲ اطفال نے شمولیت کی۔

اجتماع کے موقع پر ۱۴۶ خدام اور ۸ اطفال کے خون کا گروپ معلوم کر کے باقاعدہ ریکارڈ رکھا گیا۔

قیادت ضلع لیہ ۱۵-۱۶ جنوری ۱۹۸۷ء کو لیہ میں اجتماع ہوا۔ تمام مجالس کی نمائندگی ہوئی۔ ۷۵ فیصد خدام شریک ہوئے۔ مقابلہ جات کے علاوہ مرکزی نمائندگان نے تقاریر کیں۔

قیادت ضلع میرپور (آزاد کشمیر) ۱۶ جنوری کو میرا بھڑکا میں اجتماع ہوا۔ ضلع کی پانچوں مجالس سے ۱۰۴ خدام اور ۱۰ انصار اور سات علاقائی نمائندے شریک ہوئے۔ مہتمم اطفال مرکزیہ نے مرکز کی نمائندگی کی۔

ضلع جہلم و چکوال مشترکہ اجتماع دوالمیال میں ۸-۹ جنوری کو ہوا۔ دونوں اضلاع کی ۱۵ میں سے ۱۳ جماعتوں کی نمائندگی ہوئی۔ ۲۶۵ احباب شامل ہوئے۔

وحدت کالونی لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۸۶ء کو بیت التوحید میں اجتماع ہوا۔ پانچوں حلقوں میں نماز تہجد ادا کی گئی۔ ۱۲۰ خدام، ۴۲ اطفال اور ۴۴ انصار و لجنات نے شرکت کی۔

تربیت

ضلع نواب شاہ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۸۶ء کو گوٹھ شیر محمد میں اور مورخہ یکم اگست کو حلقہ قمر آباد

میں یک روزہ تربیتی کلاس برائے اطفال منعقد ہوئیں۔ جن میں مربیانِ کرام نے تربیتی تقاریر کیں۔ اور اطفال کے مابین مختلف علمی مقابلہ جات کرائے گئے۔

کوئٹہ دسمبر ۱۹۸۶ء میں اطفال کے لیے تربیتی کلاس لگائی گئی جو دس دن تک دو گھنٹے روزانہ ہوتی رہی۔ ۴۵ اطفال شامل ہوئے۔

وحدت کالونی ۲ جنوری اور ۹ جنوری کو نماز تہجد اجتماعی طور پر ادا کی گئی جس میں ۷۰ خدام، ۲۵ اطفال اور ۳۵ انصار شامل ہوئے۔ گزشتہ چھ ہفتوں سے تربیتی کلاس جاری ہے۔

شعبہ تعلیم

ضلع تھرپارکر ۱۹ دسمبر ۱۹۸۶ء کو مجلس ضلع تھرپارکر نے مقابلہ تقریر کا انعقاد کیا اور اوّل آنے والے خادم کو ۱۰۰ روپے اور دوم آنے والے خادم کو ۶۰ روپے اور سوم آنے والے خادم کو ۴۰ روپے نقد انعام مجلس نوکوٹ کی طرف سے دیا گیا۔

خدمت خلق

ڈیرہ غازیخان مؤرخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء کو خدام مختلف مریضوں کی عیادت کے لیے گروپ کی شکل میں گئے۔ خدام و اطفال نے مبلغ ۹۳/- روپے سیدنا بلال فنڈ میں جمع کروائے۔ خدام نے یہ دن ذکر الٰہی اور مریضوں کے لیے دعا کرتے ہوئے گزارا۔

لانڈھی کورنگی کراچی یکم تا ۱۰ دسمبر ۱۹۸۶ء عشرہ خدمت خلق منایا گیا۔ عام طور پر ردّی سمجھی جانے والی اشیاء اکٹھی کی گئیں اور فروخت کر کے رقم مستحقین کو دی گئی۔

تحریک جدید

کوئٹہ دسمبر ۱۹۸۶ء میں ۸ نئے خدام کو تحریک جدید میں شامل کیا گیا۔ ۵ خدام نے چندہ کی سو فیصد ادائیگی کر دی۔

وقارِ عمل

لانڈھی کورنگی کراچی ۱۹ دسمبر ۱۹۸۶ء کو یوم صفائی منایا ۵۵ خدام نے کپڑے دھوئے۔ ۴۰ خدام نے گھروں کی صفائی کی اور جھاڑ کاڈ کیا۔ ۲۳ خدام نے بیت الذکر میں وقارِ عمل کیا۔

کوئٹہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء کو مثالی وقارِ عمل ہوا۔ وہ موسم کا سرد ترین دن تھا مگر خدام نے ۱½ گھنٹہ تک احمدیہ قبرستان میں وقارِ عمل کیا۔ چاروں حلقہ جات کے ۳۷ خدام اور ۵ اطفال شامل ہوئے۔

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ سیرالیون

مؤرخہ ۲۴-۲۵ اکتوبر ۱۹۸۶ء مجلس سیرالیون کا تیسرا سالانہ اجتماع احمدیہ سیکنڈری سکول کے اسمبلی ہال میں منعقد ہوا۔ امسال اللہ کے فضل سے خدام کی حاضری پانچصد رہی۔ جب کہ گزشتہ سال دوصد تھی۔ اس اجتماع کا افتتاح مکرم مولانا خلیل احمد صاحب مبشر نائب صدر خدام الاحمدیہ سیرالیون نے کیا۔ تلاوت اور نظم کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔

دوسرے روز کے اجلاس میں مالی قربانی کا مقابلہ ہوا جو مجلس بور یحن نے جیتا اور لوائے خدام الاحمدیہ کی مستحق ٹھہری امسال خدام نے ریکارڈ مالی قربانی پیش کی جو کہ دس ہزار سے زائد تھی جبکہ گزشتہ سال یہ قربانی دو ہزار روپے تھی۔ اس اجتماع میں مختلف تعلیمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

خدام اجتماع کے دونوں روز نماز تہجد کی خاطر بیت الذکر آتے رہے اور نماز فجر کے بعد قرآن مجید، احادیث اور کتب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا درس دیا جاتا رہا۔

تربیتی کلاسیں

قیادت ضلع راولپنڈی۔ ۱۱-۱۲ر دسمبر ۸۶ء کو تربیتی کلاس ہوئی۔ ۳۸۷ خدام شریک ہوئے، نائب صدر مرکزیہ نے شرکت کی علمی و ورزشی مقابلے ہوئے اور انعامات دیئے گئے۔

قیادت ضلع اسلام آباد ۱۶-۱۷ر اکتوبر ۱۹۸۶ء
شامل ہونیوالی مجالس = ۵
کل حاضری اطفال و خدام = ۲۱۴
لندن کے جلسہ سالانہ کی سلائیڈز دکھائی گئیں۔

ملتان شہر ۲-۳ر اکتوبر ۸۶ء
کل حاضری خدام و اطفال = ۸۶

خاص جلسے

سکندر آباد ضلع میانوالی ۱۴ر نومبر ۸۶ء کو جلسہ سیرۃ النبی منعقد کیا۔ ۲۰ مرد اور ۴۰ مستورات نے شرکت کی۔

اورنگی ٹاؤن کراچی ۲-۳ر اکتوبر ۸۶ء تربیتی کلاس، ۷-۱۳ر اکتوبر ۸۶ء ہفتہ اصلاح و ارشاد۔ ۸ خدام کی بلڈ گروپنگ کرائی گئی۔

دو الوداعی تقاریب

امسال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مجلس عاملہ سے مکرم ناصر احمد صاحب صدیقی انصار اللہ میں جانیکی وجہ سے اور مکرم صاحبزادہ مرزا نعمان احمد صاحب بیرون ملک جانیکی وجہ سے رخصت ہوگئے۔ انکے اعزاز میں ۲۱ر جنوری کو الوداعی تقریب کا اہتمام سرائے خدمت میں کیا گیا جس میں مہمان خصوصی مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب تھے۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم حافظ مظفر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے سپاسنامہ پیش کیا اور دونوں رخصت ہونیوالے احباب کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں سراہا۔ مکرم ناصر احمد صاحب صدیقی نے ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۵ء میں مہتمم تحریک جدید کے طور پر کام کیا اور سال گزشتہ میں بطور مہتمم و قار عمل کام کرتے رہے محترم صاحبزادہ مرزا نعمان احمد صاحب ۱۹۸۰ تا ۱۹۸۲ء اور ۸۵، ۸۶ میں مہتمم صحت جسمانی رہے۔ اس دوران ۸۳، ۸۴ء میں دو سال مہتمم صنعت و تجارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

مہمان خصوصی نے اپنے مختصر خطاب سے نوازا۔ مہمانوں کیلئے خورونوش کا بھی انتظام تھا۔

دوسری تقریب ۱۱ر فروری کو مکرم عبدالرشید انجبولا صاحب (آف نائیجیریا) اور مکرم عمر فاروق صاحب (آف غانا) کے اعزاز میں سرائے خدمت میں ہوئی جو مجلس مقامی میں علی الترتیب نائب مہتمم مقامی اور ناظم صحت جسمانی تھے اور جامعہ احمدیہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے وطنوں کو واپس جارہے تھے۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تھے محترم شمشاد احمد صاحب ناصر معتمد مقامی نے سپاسنامہ پیش کیا۔ صدر مجلس نے ان دونوں کے جذبہ خدمت کی تعریف کی اور دعاؤں سے نوازا۔ مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

(نمائندہ خصوصی)

آخری صفحہ

پا کے دُکھ آرام دو

قادیان میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے زمانہ میں لالہ شرمپت صاحب ایک کٹر آریہ تھے اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے شدید مخالف ۔ وہ حضور کی کئی پیشگوئیوں کے گواہ تھے مگر جب بھی حضور نے انہیں شہادت کے لئے بلایا ۔ انہوں نے پہلوتہی کی ۔ یعنی نہ تو اقرار کی جرأت کی اور نہ انکار کی ہمت پائی ۔

ایک دفعہ لالہ صاحب بہت بیمار ہو گئے اور ان کے پیٹ میں ایک خطرناک قسم کا پھوڑا نکل آیا ۔ اور وہ سخت گھبرا گئے ۔ اور اپنی زندگی سے مایوس ہونے لگے ۔ جب حضور کو ان کی بیماری کا علم ہوا تو حضور خود ان کی عیادت کے لئے ان کے تنگ و تاریک مکان پر تشریف لے گئے ۔ اور انہیں تسلی دی اور ان کے علاج کے لئے اپنے ڈاکٹر کو مقرر کر دیا کہ وہ لالہ صاحب کا باقاعدگی کے ساتھ علاج کریں ۔ ان ڈاکٹر صاحب کا نام ڈاکٹر محمد عبداللہ تھا ۔ اور قادیان میں اس وقت وہی اکیلے ڈاکٹر تھے ۔

اس کے بعد حضور ہر روز لالہ صاحب کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے جاتے رہے ۔ ان ایام میں لالہ شرمپت صاحب کی گھبراہٹ کی یہ حالت تھی کہ احمدیت کا دشمن ہونے کے باوجود جب بھی حضور ان کے پاس جاتے تو وہ حضور سے عرض کرتے تھے ۔ کہ حضرت جی ! میرے لئے دعا کریں ۔ اور حضور ہمیشہ ان کو تسلی دیتے تھے ۔ اور دعا بھی کرتے تھے ۔ حضور کی یہ عیادت اس وقت تک جاری رہی جب تک کہ لالہ صاحب بالکل صحت یاب ہو گئے ۔

(چار تقریریں صفحہ ۱۶۷ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم ۔ اے
نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ ایڈیشن دوم ۱۹۶۶ء)

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L5830 MARCH 1987